

محبتِ حسن شیبانی حیات اور خدمات

مولف

عثمان ابراہیم علی البوکری
لکچرر الفاتح یونیورسٹی - طرابلس، لیبیا

مترجم

ڈاکٹر البوسفیان اصلاحی
شعبہ عربی - مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

نام کتاب : محمد بن حسن شہیدانی - حیات اور خدمات
 مصنف : عثمان ابراہیم علی ابو کبر
 لکچرر الفاسح یونیورسٹی طرابلس، لیبیا
 مترجم : ڈاکٹر ابو سفیان اسلامی
 خبیب عربی - مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ
 اشاعت : ستمبر ۱۹۹۹ء
 ناشر : مصنف
 قیمت : 25/-
 مطبع : میٹروکلر پرنٹرس، علی گڑھ
 کاتب : میریث فرقانی

ملنے کا پتہ:

ریجوکیشنل بک ہاؤس - اے، ایم، یو مارکیٹ، علی گڑھ

فہرست

۵	مقدمہ
۷	تمہید
۷	محمد بن حسن شیبانیؒ کے عہد کے سیاسی اور علمی حالات
	پہلا باب
۱۱	حیات - محمد بن حسن شیبانیؒ
۱۱	۱۔ نام اور کنیت
۱۲	۲۔ حسب و نسب
۱۲	۳۔ نشو و نما
۱۳	۴۔ اخلاق و عادات
۱۳	۵۔ علمی مقام
۱۵	۶۔ جرح اور تعدیل میں آپ کا مقام
۱۷	۷۔ منصب قضائے پرفاؤں ہونا اور سلاطین کے متعلق آپ کا موقف
	دوسرا باب
۲۶	محمد بن حسن شیبانیؒ - علمی پہلو
۲۶	۱۔ شیوخ
۳۶	۲۔ تلامذہ
۳۷	۳۔ وفات

تیسرا باب

محمد بن حسن شیبانیؒ - علمی سرگرمیاں

۳۰

۱۔ محمد بن حسنؒ کی کتابوں کی اہمیت اور ائمہ فاضل پر ان کے اثرات۔ ۳۱

۲۔ بنیادی مصادر سے استفادہ ۳۱

۳۔ تالیفات محمد بن حسنؒ ۳۲

چوتھا باب

۱۔ الجامع الصغیر - ایک مطالعہ ۴۵

۱۔ صحت کتاب ۴۵

۲۔ صحت عنوان ۴۵

۳۔ سیب تالیف ۴۵

۴۔ مصادر کتاب ۴۶

۵۔ کتاب کا علمی مقام ۴۶

۶۔ الجامع الصغیر کا اسلوب ۴۶

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مقدمہ

الحمد لله الذی خلق الانسان وعلمہ البیان وزینہ بالعقل
وشرفه بالایمان والصلوة والسلام علی اشرف المرسلین وعلی الہ
الطاہرین۔

دنیا کے پاس ایسا کوئی مسئلہ نہایت نہیں تھا جس سے جہالت کی تاریکیاں
دور کی جاسکتیں اور غری لوگوں کو ایسا کوئی آپ زلال میسر تھا جس سے امراض
قلب کا علاج کر سکتے، ظلم و جبر کی انہی تاریکیوں میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم
کتاب ہدایت کے ساتھ تشریف لائے۔ چنانچہ بہت سے لوگوں نے آپ کی دعوت
پر لبیک کہہ کر ہر اہل وسعت میں داخل ہوئے، کاشعرف حاصل کیا، ایسے لوگوں
کو دو گئے اجر سے نوازا گیا۔ دنیا میں انہیں استحکام بخشا گیا اور ان کے انتظام و اقتدار
میں وسعت و فراخی پیدا کی گئی۔ دورِ اول میں ایسے بے شمار علماء پیدا ہوئے جنہوں
نے صداقت و دیانت سے دین اسلام کو امت مسلمہ تک پہنچایا، دشمنان
اسلام کی ہزیمت کے لئے علم بکف ہو کر کھڑے ہو گئے اور کلام رسول اکرم کا ایک بڑا ذخیرہ
امت مسلمہ کے لئے یکجا کر دیا۔ اور آپ کے کلمے ہوئے اقوال و احکام کو ایک لڑی
میں پر دیا اور اسے اپنی زبان و بیان کے توسط سے سامعین کے حضور پیش کیا،
اور مختلف سینوں میں موجیں مچنے لگیں، تدوین کی۔ یہ وہ علماء کرام تھے جنہوں نے اپنی
تمام توانائی اور خوبی جگہ کو راہ اسلام میں صرف کر دیا اور انہیں حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کے چھوٹے ہوئے، اس مقدس فریضہ کی ادائیگی سے ایک طرف انہوں نے
اپنے ذہب کی خوشنودی حاصل کی اور دوسری طرف اپنے ضمیر کو مطمئن کیا۔

ہر زمانے میں علماء کرام اور امت اسلامیہ کے غیرت مند حضرات قرآن کریم اور
احادیث شریفہ کے باب میں اسی طرح یہ مقدس فریضہ انجام دیتے رہے اور اشاعت

اسلام کے لئے جی جان سے وعدہ خداوندی پر قائم رہے، تفکر و تدبیر میں حکمت کو اپنا رہنما قرار دیا اور آخری وقت تک صبر و عزم کا دامن ان کے ہاتھ سے نہ چھوٹا۔ یہ وہ بے مثال علماء تھے جو مستقل غلبہ حق کے لئے آواز بلند کرتے رہے اور عوام الناس کو دعوت حق دیتے رہے۔ زندگی کے دن پورے ہونے کے بعد اس دنیا سے رخصت ہو کر رحمت ایزدی کے زیر سایہ قیام پذیر ہو گئے۔

مجاہد مع الصغیر کے مصنف محمد بن حسن شیبانی (متوفی ۲۴۰ھ) کا تعلق بھی ایسے ہی نامور محدث و علماء کرام سے تھا، انھوں نے زبردست خدمات انجام دیں اور ان کی خدمات کا فیض ہم اقیامت جاری و ساری رہے گا، فقہ اسلامی پر غور و خوض اور اجتہاد کا سلسلہ بروہ میں باقی رہے گا اور فقہاء محمد بن حسن شیبانی کی فقہی بصیرت کا بصورت احترام کو پس گئے بلکہ مختلف مسائل میں انھیں محمد بن حسن شیبانی ہی کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ مستقل فقہی دنیا امام شیبانی کی شکر گزار رہے گی، خداوند قدوس سے دعا ہے کہ وہ امام شیبانی، علماء اہل ان کے راستہ پر چلنے والے علماء و مفتیوں کو جزائے خیر سے نوازے اور امت مسلمہ کو ہر توفیق دے کہ وہ ان علماء کرام کے کاموں کو قدردانیت کی نظروں سے دیکھے جنھوں نے دین اسلام کی اشاعت میں اپنی پوری زندگی لگا دی اور دین اسلام کے جواہر امت مسلمہ کے ہاتھوں میں سجا دیئے، اللہ سے ان کے لئے دعا ہے کہ ان کی قبروں کو اتوا روازا رہے بھروسے۔

علماء کرام کے حق کی ادائیگی اور توفیق کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ ان کی حیات و خدمات کا تعارف لوگوں کے سامنے پیش کروں اور یہ بتاؤں کہ انھوں نے دین حنیف کی تبلیغ و اشاعت، تشکیل و تدوین اور تفسیر و توحیح میں کیسے کیسے ہتھکڑیاں طے کئے اور ان تمام راستوں کی مسدود کرنے کی ہر ممکن کوشش کی کہ جن سے دین اسلام کو غلط فہمیاں لاحق ہونے کے اندیشے تھے بالخصوص فقہ اسلامی میں نمایاں کردار ادا کیا، فقہ اسلامی ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے امت میں حیات کا اندازہ لگایا جاتا ہے اور فقہ اسلامی ہی علاج حیات کا نسخہ کہیلا ہے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عثمان ابراہیم علی البوکر

تمہید

محمد بن حسن شیبانی کے عہد کے سیاسی اور علمی حالات

۱۔ ابن زبیرؓ میں مذکور ہے کہ عہد کے روز چودہ ربیع الآخر ۱۳۲ھ (۷۵۰ء) کو ابوالعباس اسحاق نے خطبہ دیا اور منصور کو اپنا کم قار دیا منصور بعد وجہ ثابت قدم تھے۔ عت ان حکومت کو سنبھالنے سے قبل گروشن روزگار نے انھیں مختلف آزمائشوں میں ڈالا۔ اور انقلابات زمانہ نے انھیں ہر طرح سے آزمایا۔ سخاوت و فیاضی ان کا شیعہ تھی۔ اسی لئے انھیں اس صحیح الناس کہا جاتا ہے، وہ ملکی انتظامات و انصرامات میں اپنی مثال آپ تھے اور لوگوں پر خوشخوار شیر کے مانند حملہ کرتے تھے۔

منصور کے بعد عہد ی آئے، جن کے ہاتھوں پر عوام نے ۱۵۱ھ میں بیعت کی وہ اپنے عہد کے بڑے صاحب فضل شمار کئے جاتے تھے جب انھیں ایک ہزار دینار دیئے گئے تو اسے انھوں نے تقسیم کر دیئے۔ والد کی چھوڑی ہوئی تمام دولت کو لوگوں میں لٹا دیا۔ انھوں نے مظالم کا انار کیا اور غیر کی راہوں پر پڑے ہوئے پردوں کو چاک کیا۔ قتل و غارتگری کا قلع و قمع کیا، مظلومین کی دستگیری کی، علما و اور فضلاء کو اعزاز و اکرام عطا کئے اور ان کے ساتھ حلم و بردباری کے برتاؤ کئے۔ آپ کے بعد آپ کے بیٹے الہادی بائیس تخت نشین ہوئے لیکن ان کی حکومت صرف ایک سال تین ماہ رہی اور ۱۵۳ھ میں ان کا انتقال ہو گیا۔

اس کے بعد تمام خلافت ہارون رشید راشد کے ہاتھوں میں پہنچی ہے، ان کے عہد حکومت میں خلافت ان کی کرم فرمائوں، ان کے عدل و انصاف اور ان کی انکساریوں سے وابستہ رہی، وہ اپنے ملک کے علماء کی زیارت کرتے۔ مثلاً مالک بن انس، سفیان بن عیینہ اور بے شمار دیگر علماء کرام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ پابند کی ایک سال حج بیت اللہ کو جاتے اور دوسرے سال محاذ جنگ کے لئے نکلے جاتے۔ ہارون رشید کا تعلق اہل علم سے تھا، وہ ادب کا ساقی سحر ازوق رکھتے تھے۔ شعر کہتے اور نہایت اچھے انداز میں اشعار پڑھتے تھے۔

پہلے میں ہارون رشید نے براکھ کو قتل کر دیا یہ ہارون رشید کا مشہور میں خراسان کی اندر سوزمین طوس پر انتقال ہوا۔ اس کے بعد خلافت ہارون رشید کے بیٹے امین کے ہاتھوں منتقل ہوئی۔ لیکن بہت دنوں تک برقرار نہ رہ سکی، کیونکہ اسے قتل کر دیا گیا یہ

خلافت عباسیہ کے پہلے مرحلے (جو واقع بالذکر خلافت تک جاتا ہے) میں ایک سچے سچ واضح طور پر نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ اس میں علم و فن کی خوب نشو و نما ہوئی، اسی طرح خلافت عباسیہ کا سیاست میں بھی ایک خاص رنگ تھا، اس حیثیت سے یہ متنازع ہے کہ اس عہد میں ایرانی تہذیب و تمدن کے کافی اثرات رہے۔ ایک حد تک حریت فکر کا بول بالا ہوا۔ ہر طرف معجزہ کے افکار و خیالات کا چرچا رہا، زلفیہ کے انقلابات اور کروٹوں کے ساتھ ساتھ اس عہد کی شاعری اور نثر نگاری میں تبدیلیاں آئی رہیں۔ یہ عہد اس لحاظ سے بھی متنازع ہے کہ وفات کے تمام کام عربی زبان میں ہونا شروع ہو گئے نیز تمام سرکاری خط و کتابت عربی میں ہونے لگی۔ یعنی ایک اجنبی زبان کا خاتمہ ہوا اور عربی کا چال چلن ہوا۔ اس طرح دیکھا جائے تو یہ عہد ایسی خصوصیات کا حامل تھا کہ جس کے پہلے اور بعد کے عہدوں میں

یہ چیزیں نظر نہیں آتیں۔ اس طرح یہ امتیازات اس عہد کی ایک مستقل حیثیت کی ضمانت ہیں۔ اس لئے اس عہد کو پہلا سنہ اور گہنا مناسب ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک دولتِ عباسیہ کی شان و شوکت اور اس کی تہذیب و ثقافت کا جادو بول رہا ہے۔

سیاسی اعتبار سے خلافتِ عباسیہ سیادت و قیادت کی حامل تھی، احکام کو نافذ کرنے پر پوری طرح قادر تھی اور وسیع و عریض علاقوں پر پھیلی ہوئی تھی۔ اس عہد میں بڑے مقتدر اور با اثر خلفاء گزرے ہیں۔ وہ پوری طرح اس بات پر قادر تھے کہ حکومت کی بنیادوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیں اور حکومتِ بیزنطین کے انگریزوں کے حملوں کو ناکام بنا دیں۔

علمی اعتبار سے بھی خلافتِ عباسیہ کو ایک نمایاں حیثیت حاصل ہے چنانچہ ابو جعفر منصور کے زمانے میں دوسری زبانوں کے علوم کے منتقل کرنے کا سلسلہ شروع ہوا اور یہ سلسلہ ان کے بعد بھی جاری رہا۔ اس کا نتیجہ سامنے آیا کہ بے شمار فارسی اور ہندی کی کتابوں کے عربی میں ترجمے ہوئے یہی وجہ ہے کہ اس عہد کے علماء کی صلاحیتوں کا علومِ عربیہ، علومِ شریعہ، زبان، تاریخ، فقہ، حدیث اور دیگر علوم میں غیر معمولی اضافہ ہوا۔ اور ان علوم میں ان کی فوقیت کے مظاہر نظر آنے لگے۔ مذکورہ علوم کی تدوین میں بڑی برقتاری آئی۔

خلافتِ عباسیہ میں علوم کو بھی ہر طرح کی سہولیات اور امن و سکون حاصل تھے۔

۱۔ فضی الاسلام: ۵/۱۔ ۲۔ فقہ جامع العوالم والا سلام: ۷/۲۔

۳۔ ایضاً: ۱۲/۲۔ ۴۔ ایضاً: ۱۲/۲۔

پہلا باب

حیات محمد بن حسن شیبانیؒ

۱۔ نام اور کنیت

۲۔ حسب و نسب

۳۔ تشو و نما

۴۔ اخلاق و عادات

۵۔ علمی مقام

۶۔ حج اور تعدیل میں آپ کا مقام

۷۔ منصب قضاء پر فائز ہونا اور سلاطین کے متعلق آپ کا موقف

حیات محمد بن حسن شیبانی

۱۔ نام اور کنیت

نام: محمد بن الحسن بن قداش شیبانی (قبیلہ بنی شیبان کے آزاد کردہ غلام تھے) اور ایک قول کے مطابق محمد بن الحسن بن عبد اللہ بن مروان۔
کنیت: ابو عبد اللہ۔

۱۔ مناقب الامام ابی حنیفہ وصاحبہ الذہبی ص ۵۰، بلوغ الامانی فی سیرۃ محمد بن الحسن الشیبانی۔
کوثری ص ۳، اخبار ابی حنیفہ وصاحبہ حمیری ص ۱۲۰، وفيات الامامین لابن خلکان ۳۳۲/۲
طبقات الفقہاء شیعہ رازی ص ۱۱۱، تاریخ بغداد خطیب ۱۶۲/۲، الاستیعاد ابن عبد البر۔
ص ۳۷۱، مناقب الامام الاعظم کمروری ۲۶۲/۲، لسان المیزان ابن حجر ۵/۲، البدایہ والنہایۃ
ابن کثیر ۲۲۱/۲، النجوم الزاہرۃ ابن آفری بروجی ۲۲۲/۲، شذرات الذہب۔ ابن عساکر ۱۸۱/۲
مرآۃ البیان ریاضی ۲۲۲/۲، الامام باللہ ص ۲۹۹، بحر المحیطین ۱۹/۲، تلخیص التشریفات
العریل تلویذ سرگین ۵۲/۲۔

۲۔ مناقب ابی حنیفہ وصاحبہ۔ الامام الذہبی ص ۵۰، بلوغ الامانی فی سیرۃ محمد بن الحسن الشیبانی
کوثری ص ۳۔

۳۔ تاریخ بغداد ۱۶۲/۲، مناقب الامام ابی حنیفہ وصاحبہ ص ۵۰، بلوغ الامانی فی سیرۃ محمد بن
الحسن الشیبانی ص ۳، اخبار ابی حنیفہ وصاحبہ ص ۱۲۰، طبقات الفقہاء ص ۱۱۱،
الاستیعاد ص ۳۷۱، وفيات الامامین ۳۳۲/۲، مناقب الامام الاعظم ۳۶۲/۲ (مرفی المکمل ص ۲۶۲)

۲۔ حب و نسب

عبد القادر بن طاہر بھی بغدادی نے اپنی کتاب "التحقیق فی اصول الفقہ" میں آپ کا نسب شیبانی بتایا ہے۔ اور جلال الدین سیوطی نے اپنی "میزان المواہب فی اختلاف المذہب" میں اسی کو تسلیم کیا ہے۔ اور اہل علم کا غالب گمان یہ ہے کہ شیبانی نام کا ایک جز ہے۔ نسب نہیں لکھا ہے۔ واللہ اعلم۔

ابو جعفر الطحاوی کا خیال ہے کہ آپ کا تعلق فلسطين کے ایک گاؤں "قرب اللوطہ" سے ہے۔ یہاں سے منتقل ہو کر کوفہ چلے گئے۔ اور ابن سعد نے اپنی کتاب "الطبقات الکبریٰ" میں فرمایا ہے کہ محمد بن حسن کا تعلق "الجزیرہ" سے ہے۔ آپ کے والد شام کی فوج میں تھے پس وہ "واسطہ" آئے اور وہیں پر محمد ^{۳۲۲} میں پیدا ہوئے۔

۳۔ نشو و نما

^{۳۲۲} میں آپ پیدا ہوئے، یہ اطلاع ذہبی نے ایک ایسے شخص سے نقل کی ہے جس نے اسے معتدین سے سنا ہے۔ ابن عبد البر اور ابن خلکان کے مطابق آپ ^{۳۲۲} میں پیدا ہوئے، لیکن یہ بالکل سہو پر مبنی ہے اور خطیب کے بقول محمد بن الحسن مسلماً دمشق میں آپ کا تعلق "قنوطہ" دمشق کے مشہور گاؤں "حرستا" سے ہے۔ آپ کے والد عراق آئے اور محمد "واسطہ" میں پیدا ہوئے اور کوفہ میں ان کی نشو و نما ہوئی۔

(تقریباً صحیح مسلم کا شمار ۱۱۱/۵، البدایہ والنہایہ ۱۲۲/۸، التہذیب ۱۳۲/۲۰، شذرات

الذہب ۳۲۱/۱، مرقۃ المفاتیح ۳۲۲/۱، الاطلاح ۳۲۲/۶، مجمع الموعظین ۲۰۷، تاریخ الخلفاء

العربی ۱۲/۵۱، تاریخ بغداد ۱۴۲/۲۔

۱۔ اخبار ابی حنیفہ و اصحابہ ۱۳۰ ۲۔ بلوغ الامانی ۱۵، تاریخ بغداد ۱۴۲/۲۔

۳۔ تاریخ بغداد ۱۴۲/۲ ۴۔ الاختصار، ص ۱۴۳۔

۵۔ وفیات ۳۲۳/۳۔ ۶۔ تاریخ بغداد ۱۴۲/۲۔

عاجل یہ درست ہے کہ آپ کا اصل تعلق الجوزہ سے ہے جس کا تعلق بنی شیبان کی اس چراگاہ سے ہے جو سریہ کے علاقے میں واقع ہے۔ کچھ دنوں بعد آپ کے والد شام کی فوج میں داخل ہوئے اور وہاں وہ بہت مالدار ہو گئے یہی وجہ ہے کہ آپ کا خاندان کبھی دمشق میں، مقام حرستا، قیام کرتا اور کبھی فلسطین کے گاؤں میں سکونت اختیار کرتا۔ ان دونوں گاؤں کا تعلق شام سے ہے، اور وہیں سے کوفہ منتقل ہو گئے عراق کے گاؤں واسطہ میں آپ کے والدین کے قیام کے دوران، والد کی بہتر تن کا کر دگی کی بنا پر انھیں واسطہ کا گورنر بنا دیا گیا۔ وہیں محمد پیدا ہوئے، اٹھ اور پھر کوفہ لوٹ آئے، اور وہیں پڑھ پڑھان چڑھے۔ اور یہاں پر نہایت خوشحال زندگی بسر کی، کوفہ میں آپ کے والد کا گھر ساز و ساز سے بھرا ہوا تھا۔

آپ کے خاندان کے متعلق کچھ پتہ نہیں چلتا، صرف اتنا معلوم ہے کہ آپ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے۔

۳۔ اخلاق و عادات

محمد بن حسنؑ مولے غزوہ تھے، لیکن صاحب ذوق تھے، صحت مند اور قوی تھے، مدد و ہرج و مرج میں خیال اور ذی فہم تھے، زبردست قوت حافظہ تھی، عالی النظر و جہر اور صفات حمیدہ کے مالک تھے۔ امام شافعیؒ کا قول ہے کہ میں نے محمد بن حسنؑ جیسا موٹا اور ذوق لطیف نہ کئے والا نہیں دیکھا۔ اتنا بڑا فصیح بھے کوئی نہیں ملا۔ انھیں قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے دیکھتا تو محسوس ہوتا کہ قرآن انہی کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ اور دائود طائیؒ فرماتے ہیں کہ محمد بن حسنؑ نے بڑی شان و شوکت کی زندگی بسر کی تھی۔

۱۔ بلوغ الامانی، ص ۵۔ ۲۔ ایضاً، ص ۵۔ تاریخ بغداد ۲/۱۱۲، و فیہیات

الاعیان ۳/۲۲۴-۲۲۵۔ ۳۔ ایضاً، ص ۵۔

۴۔ ایضاً، ص ۵۔

محمد بن حسن خوش مزاج تھے، آداب علم سے آراستہ تھے، اور مختلف مکاتب فکر سے استفادہ کیا۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں نے کسی مسئلہ کے متعلق کسی سے دریافت کیا تو اس نے اس مسئلہ میں محمد بن حسن کا حوالہ ضرور پیش کیا۔^۱

وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ میں نے محمد بن حسن سے بڑھ کر کسی مقلد، نقیب، زاہد، پرستگار اور غلیب کو نہیں پایا۔^۲ امام ابو حنیفہ سے روایت کی کہ محمد کی طرف نظر اٹھانے والا ہر شخص ضرور کہے گا کہ انھیں صرف علم کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔^۳ اور اس کے ساتھ ساتھ وہ محدود و صالح تھے، صاحب زبان، اچھے راستوں پر قائم رہنے والے، محدود و مجتہد، صفات ستودہ کے مالک، جہذب اور غیر معمولی عقلمند تھے۔

۵۔ علمی مقام

کثرت روایت اور آراء کے سلسلہ میں محمد بن حسن کا بلند مرتبہ ہے۔ اور حرام و حلال کے علوم پر بھی آپ کی گہری نظر تھی، آپ کے احبار آپ کو قدر کی نظر والے دیکھتے۔^۴

ذہبی کا خیال ہے کہ عراق میں ابو یوسف کے بعد علم فقہ کے تمام حدود آپ پر جا کر ختم ہو جاتے ہیں، مختلف ائمہ نے آپ سے علم فقہ کی تعلیم حاصل کی، اور آپ صاحب تصانیف ہیں اور آپ کا شمار جید علماء میں ہوتا ہے۔^۵ امام احمد بن حنبل سے دریافت کیا گیا کہ مشکل ترین مسائل کا علم آپ کو کہاں سے حاصل ہوا؟ تو انھوں نے کہا کہ محمد بن حسن کی کتابوں سے۔^۶ امام شافعی رقم طراز ہیں کہ میں نے اپنی قسمت محمد بن حسن

۱۔ بلوغ الامانی، ص ۵۰۔ ۲۔ ایضاً، ص ۵۰۔

۳۔ ایضاً، ص ۵۰۔ ۴۔ اخبار ابی حنیفہ و اصحابہ، ص ۱۲۰۔

۵۔ بلوغ الامانی، ص ۴۳، مناقب ابی حنیفہ و اصحابہ، ص ۵۰۔

۶۔ مناقب ابی حنیفہ و اصحابہ، ص ۵۳۔

سے بنائی ہے، میں ان سے مستقل سماعہ کرتا رہتا تھا۔ وہ مزید لکھتے ہیں کہ فی محمد بن حسن سے زیادہ قرآن کریم کا علم رکھنے والا کسی کو نہیں پایا۔ ایسا محسوس ہوتا کہ قرآن انہی پر نازل ہوا ہے، یہ تمام چیزیں ان کی جلالت شان پر شہادت پیش کرتی ہیں۔

جسلی بن کبان کا قول ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ ابو یوسف بڑے فقیہ ہیں یا محمد بن قواموں نے کہا کہ ان دونوں کی کتابوں سے نصیحت حاصل کرو یعنی محمد زیادہ بڑے فقیہ ہیں۔ محمد بن حسن جس وقت کوذ کی مسجد میں بیٹھے تھے وہ اس وقت بیس سال کے تھے۔

ہجرت اور تعدیل میں آپ کا مقام

حنبل بن اسحاق سے روایت ہے کہ میں نے احمد بن حنبلؒ سے سنا کہ وہ فرما رہے تھے کہ ابو یوسف حدیث میں منصف تھے، ابو حنیفہ اور محمد بن حسن اثر کے مخالف تھے۔ اور دارقطنی نے کہا کہ میرے نزدیک مجھ سے بے نیازی ممکن نہیں ہے اور نسائی کا خیال ہے کہ ان کی روایت کردہ حدیث ضعیف ہے، امام شافعیؒ نے حدیث کے باب میں محمد بن حسن کو حجت قرار دیا ہے اور محمد بن حسن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ غیر معمولی ذہین، عمدہ عقل مند، بلند مرتبہ اور کثرت سے تلاوت کرنے والے تھے۔

امام شافعیؒ کا کہنا ہے کہ کسی مسئلہ میں محمد بن حسن جیسی رائے میں نے کسی سے نہیں سنی۔ یہ ان کے سلسلے میں محمد بن حسن کے متعلق ایک دوسری شہادت ہے کہ میں ان کی خدمت میں دس سال گزارے اور ان سے بیشمار باتیں سن کر واپس

۱۔ بلوغ الامانی، ص ۲۲۔ ۲۔ مقدمہ الفاضل العظیم لمن یطالع الجائع الصغیر۔

۳۔ لکھنوی، ص ۳۷۔ ۴۔ مناقب امام ابی حنیفہ و صاحبہ، ص ۵۸۔

۵۔ بلوغ الامانی، ص ۵۰۔ ۶۔ مناقب ابی حنیفہ و صاحبہ، ص ۵۹۔

۷۔ مناقب ابی حنیفہ ۲/۲۵۳۔

ہوا، اگر وہ اپنی سطحے گفتگو کرتے تو وہ باتیں ہماری فہم سے بالاتر ہوتیں۔ لیکن وہ ہماری فہم کے مطابق گفتگو کرتے تھے امام شافعیؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ان کے کسی مسئلہ کے متعلق دریافت کیا، انہوں نے اس مسئلہ کا جواب دیا تو اس آدمی نے کہا کہ اس مسئلہ میں فقہاء کا آپ سے اختلاف ہے اس پر امام شافعیؒ نے کہا کہ کیا تم نے محمد کے علاوہ بھی کسی فقہ کو دیکھا ہے؟ یہ وہ شخصیت ہے جس کی فطرت ملتی مشعل ہے اور ہم نے مسائل کے باب میں امتناذ میں شخص نہیں دیکھا ہے۔

محمد بن ساعدی مروی ہے کہ عیسیٰ بن ابان بن صدقہ کا تب ہمارے ساتھ نماز ادا کرتے تھے اور میں انہیں اکثر محمد بن حسن کے یہاں آنے کے لئے آوازیں لگاتا۔ اور وہ کہتے تھے کہ یہ لوگ ہماری مخالفت کرتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ایک دن نماز فجر ہمارے ساتھ ادا کی اور یہ دن محمد بن حسن کی مجلس کا تھا۔ میں نے عیسیٰ بن ابان بن صدقہ کا تب کو مجلس میں بٹھالیا جب امام محمد بن حسن مجلس سے فارغ ہوئے تو میں نے کہا کہ یہ آپ کے بھتیجے ہیں، انہیں میں آپ کی خدمت میں بلاتا ہوں تو آنے سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ لوگ حدیث میں میری مخالفت کرتے ہیں تو محمد بن حسن نے کہا کہ تم ہمارے خلاف گواہی اس وقت تک مت دو جتنی کہ اس حدیث کو محمد بن حسن لو جس کے متعلق وہ لوگ مخالفت کرتے ہیں۔ اس کے بعد عیسیٰ نے ان سے پچیس حدیث کے متعلق سوالات پوچھے۔ تو انہوں نے ان احادیث کے متعلق وضاحت کی اور دلائل و شواہد دیتے ہوئے ان میں سے ناسخ اور منسوخ کی طرف بھی اشارہ کیا اور جب ہم اٹھے تو عیسیٰ نے کہا کہ اب تک میرے اور روشنی کے مابین دلیل حائل تھی لیکن اب ختم ہو گئی، پھر وہ ان کے رخصت ہونے تک ان کے ساتھ ساتھ بیٹھے۔

۱۔ مناقب ابی حنیفہ ۱۵۵/۶۔

۲۔ مناقب ابی حنیفہ ۱۵۶/۶۔

۳۔ مناقب ابی حنیفہ ۱۵۷/۶۔

۷۔ منصب قضا پر فائز ہونا اور سلاطین کے متعلق آپ کا موقف:

محمد بن ساعدی سے روایت ہے کہ چونکہ محمد بن حسن سلاطین سے ملے جلتے رہتے تھے اسی لئے جب شہر رقعہ کے منصب قضا کے لئے کسی قاضی کے متعلق ابو یوسف (یعنی ابن جبار سم) سے مشورہ کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ اس کے لئے محمد بن حسن سے مناسب کوئی شخص نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ لوگوں کو ضرورت ہو تو انہیں کوفہ سے بلا لیں۔ محمد بن ساعدی نے کہا کہ لوگوں نے محمد بن حسن کے ہم کی تجویز کو پسند کیا، چنانچہ اُن کے بعد ابو یوسف کے پاس گئے اور کہا کہ کیوں آپ نے میرا نام اس کے لئے تجویز کیا؟ تو انہوں نے کہا کہ رقعہ کے قاضی کے متعلق لوگوں نے مجھے مشورہ کیا تو میں نے آپ کا نام نامی پیش کیا۔ اور اس سے میرا ایک خاص مقصد یہ تھا کہ اب تک اللہ نے ہمارے اس علم کو کوفہ، بصرہ اور تمام مشرق کے علاقوں میں منتشر کیا اور اب میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ علم اللہ تعالیٰ آپ کے توسط سے اس علاقہ میں عام کرے۔ اور اس کے بعد تمام شامی علاقوں تک پہنچے۔ اس کے بعد محمد نے کہا کہ میرے دل میں اس کی عزت ہے، اگر اس سے مجھے نامزد کیا گیا ہے اس کے بعد ابو یوسف نے کہا کہ یہی ایک وجہ ہے کہ جس کی بنا پر لوگوں نے اس منصب کے لئے آپ کا نام پیش کیا۔ پھر انہوں نے سوار ہونے کو کہا۔ اس طرح دونوں حضرات یحییٰ بن خالد بن برمک کے پاس پہنچے اور ابو یوسف نے یحییٰ سے کہا کہ یہ محمد ہیں جس کی وجہ سے تمہاری شان و شوکت قائم ہے۔ اس طرح مستقل محمد بن حسن مضطرب رہے یہاں تک کہ رقعہ کے منصب قضا پر انہیں شہادہ دیا گیا۔ وہ بھی کا خیال ہے کہ یہی چیز ابو یوسف اور محمد بن حسن کے مابین فساد کا سبب بنی۔^{۳۷} ان کے دور قضا کے باب میں طحاوی سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ محمد بن سلامہ نے جس نے رقعہ ایک شہر شہر چھوڑ دیا، فزات کے مشرقی ساحل پر واقع ہے اور اس کا در حراں کے قریب تھا۔

۳۷۔ مناقب ابی حنیفہ وصاحبہ الذہبی، ص ۵۵۔۵۶۔

۳۸۔ مناقب ابی حنیفہ وصاحبہ الذہبی، ص ۵۵۔۵۶۔

جنا کر کوش نے محمد بن علی بن محمد سے سنا جنہوں نے اپنے والد سے سنا کہ میں سرورؑ آیا اس وقت وہاں کے قاضی محمد بن حسن تھے۔ میں ان کے دروازے پر کھڑا ہوا اور ان کی مہارت مانگ کر ان سے میں چھپ گیا۔ اور لیٹرے ہوئے وہاں سے واپس آگیا اور ایک مدت تک سرورؑ میں سکونت پذیر رہا لیکن ان کے پاس نہیں گیا۔ اس اختار ایک دن راتے میں میں نے دیکھا کہ ایک قاضی کے لباس میں وہ اپنی سواری پر سوار ہیں۔ مجھے دیکھ کر میرے پاس آئے اور مجھے سمھانے لگے اور مجھے ایک شخص کے پہر دیکھا کہ وہ مجھے ان کے گھر تک پہنچا دے۔ اپنے گھر میں بیٹھنے کے بعد انہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ وہ کون سی چیز ہے جس نے تم کو یہ لباس آنے سے باز رکھا جب کہ مجھے یہ اطلاع مل چکی تھی کہ تم نہیں ہو۔ میں نے کہا کہ آپ کے ملنے آیا تو متنا لیکن آپ سے چھپ گیا۔ یہ چیز انھیں ہیبت ناگوار گزری اور کہا کہ آخر کس نے تم کو چھپایا، یہ کہنے پر مجھے یہ گمان ہوا کہ وہ شاید چھپانے والے کو سزا دینا چاہتے ہیں تو میں نے انھیں اس شخص کے متعلق نہیں بتایا۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ جب تم نے ایسا کیا ہی نہیں ہے تو ان تمام لوگوں پر اعتماد کرتا ہوں اور اس کے بعد انہوں نے تمام لوگوں کو دعا میں دیں اور کہا کہ تمہارے متعلق ابو محمدؑ میں باخبر نہیں کروں گا کہ تم نے مجھ سے حجاب کیا تھا اس کے بعد میں آپ کے پاس برابر آیا کرتا تھا یہاں تک کہ ان کے پردے کے پاس تک پہنچ جاتا اور گلہ صاف کر کے سلام کرتا تو محمد بن حسن فرماتے کہ کو اندر آ جاؤ لیٹو۔

ذکر وہ بالا واقعہ سے یہ واضح ہے کہ وہ منکبر نہیں تھے بلکہ وہ عوام کے ساتھ خوش مزاجی اور کشادہ دلی سے پیش آتے۔ اور جو حجاب کا ذکر ہے تو یہ ایک انتظامی معاملہ تھا جس کا سلسلہ اموی سے عباسی دور تک چلتا رہا۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ لوگ عجل سے پردہ کیا کرتے تھے۔

محمد بن حسنؑ سلاطین اور با اثر لوگوں کے اثرات و رسوخ سے ہرگز خوف نہیں

کھاتے تھے حکومت جیسا کہ مسند میں ہے دور اور ہارون الرشید کے عصر اقتدار میں محمد کو دار
 القضاہ اور دارالافتاء سے ایک طرح مل مدت کے لئے روک دیا گیا۔ ایسا اس لئے کیا گیا کہ
 انھوں نے طرابلس کی پناہ کے مسئلہ میں اپنا واضح نقطہ نظر پیش کیا تھا جو تاریخ ابن جریر
 طبری اور کتاب الصیرری میں مختلف اسناد کے مختلف طریقوں سے مذکور ہے۔ بطور مثال
 کتاب الصیرری سے یہ چیز نقل کی جا رہی ہے۔ ابو عبد اللہ نے کہا کہ عمر بن ابراہیم مرقیہ نے
 ہمیں خبر دی کہ انھوں نے کہا کہ قاضی ابوبکر نے ہم سے بیان کیا۔ انھوں نے کہا کہ ہم سے
 احمد بن حمید اللہ ثقفی نے بیان کیا۔ انھوں نے کہا کہ ہم سے ابو حازم عبد الحمید بن
 عبد العزیز نے بیان کیا۔ انھوں نے کہا کہ مجھ سے بکر بن محمد الحمیری نے بیان کیا۔ انھوں
 نے کہا کہ مجھ سے محمد بن ساعدی نے بیان کیا۔ انھوں نے کہا کہ میں نے محمد بن حسن کو یہ کہتے
 ہوئے سنا کہ جب ہارون رشید مرقہ آیا تو مجھے طلب کیا گیا اور میں اس کے پاس گیا
 وہاں حسن بن زیاد، ابو یحزری و ہب بن وہب، آپ ابو یوسف کے انتقال کے بعد
 قاضی القضاۃ تھے موجود تھے، میرے سامنے وہ امان پیش کی گئی جسے یحییٰ بن عبد اللہ
 بن حسن بن حسین بن علی بن ابی طالبؑ کے لئے لکھی گئی تھی، میں نے اسے پڑھنے
 کے بعد اللہ کے معاملے اور دار آخرت کو ترجیح دی اور بتایا کہ یہ ایک موکلہاں ہے جس
 کے توڑنے کی کوئی سبیل نہیں ہے، ابن ابی العوام کی روایت طحاوی کے لفظوں میں
 اس طرح ہے، طرابلسی نہایت زور زور سے کہہ رہا تھا کہ اس کے سر پر گنگھریالے بال تھے
 اور ہاتھ میں تلوار تھی اور طرابلسی لوگوں کو یہ اطلاع دے رہا تھا کہ ہارون نے اسے امان عطا
 کی ہے، چنانچہ ہارون نے تحریری مدد میرے ہاتھ سے لے کر حسن بن زیاد کے سپرد کیا
 اور انھوں نے اسے پڑھا اور نہایت پست آواز میں کہا کہ یہ امان ہے۔ ہارون نے
 ان کے ہاتھ سے بھی چھین کر ابو یحزری کو دیا، انھوں نے اسے پڑھ کر بتایا کہ مجھے اس
 کی امید نہیں تھی اور میں ذاتی طور پر اس معاہدے سے خوش نہیں ہوں۔ کیونکہ یہ
 ایک برا شخص ہے، یہی ہے جس نے عسا کو توڑ ڈالا، مسلمانوں کے خون بہا، اور یہ
 کیا یہ کیا، اس لئے اے شخص کے لئے کوئی امان نہیں ہے۔ اس کے بعد اپنا ہاتھ

اپنے موزہ تنگ لے گئے، اس صورت حال کا میں مشاہدہ کر رہا تھا، اتنے میں انھوں نے چاقو نکالا اور امان کے کافقہ کے دو حصے کر دیئے اور اسے خادم کو سپرد کرنے کے بعد رشید کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ میں اسے بھلائی قتل کروں گا اور اس کا خون میری گردن پر ہے محمد بن حسن نے کہا کہ ہم لوگ مجلس سے چلے گئے تو رشید کا اپنی میرے پاس آیا اور مجھے بتایا کہ میں نہ تو کوئی فتویٰ دوں اور نہ ہی کوئی حکم صادر کروں اور دوسری روایت میں ہے کہ عبدالرحمن ہر وہی کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کے لئے فتویٰ دیں میں اسی صورت حال سے گزر رہا تھا کہ میں ام جعفر کے پاس گیا، وہ دیکھ کر میری طرف متوجہ ہوئیں اور امان کے انداز سے مجھے معلوم ہوا کہ مجھے فتویٰ دینے سے منع کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ اس مسئلہ پر انھوں نے ہارون رشید سے بات کی تو اس نے مجھے اجازت دیدی، محمد بن حسن نے کہا ایک دفعہ میں ابو بکر حضرات ہارون رشید کے گھر میں تھے وہیں اشنا مجھے ابو بکری پر حیرت ہوئی کہ وہ حاکم ہیں اور وہ ان چیزوں کا فتویٰ دیتے ہیں جن سے میں روکتا ہوں۔ اور امان کی گردن پر ایک مسلم شخص کا خون ہے اس پر انھوں نے چاقو لے کر حملہ کیا تھا جو ان کے موزہ میں مخفی تھا۔ محمد بن حسن نے کہا کہ اس وقت رشید نے مجھے قتل نہیں کیا تھا، وہ خود ایک مدت کے بعد جیل میں انتقال کر گیا اور دوسرا قول یہ ہے کہ رشید نے اسے قتل کیا تھا۔

محمد بن سماعہ نے ایک حدیث روایت کی ہے کہ اس واقعہ کے بعد رشید محمد بن حسن سے قریب ہو گئے اور ان سے ملی کر انھیں قاضی القضاۃ بنا کر اپنے ساتھ لے گئے، جہاں پر ان کا انتقال ہوا۔ ابو بکر عی نے ایک حدیث میں فرمایا کہ جس وقت محمد بن حسن نے صحت امان کا فتویٰ صادر کیا تو ابو بکری نے اس کے ٹوٹنے کا اعلان کیا اور اپنے لئے اس کے خون کو جائز قرار دیا۔ تو یحییٰ بن عبداللہ بکری نے کہا کہ امیر المؤمنین! آپ کے مفتی محمد بن حسن ہیں اور ان کا قفہ میں ایک خاص مقام ہے

اور میری اماں کے باب میں بھی ان کا موقف درست ہے۔ جب کہ ابو بختری آپ سے اسے توڑنے کے لئے کہتا ہے۔ اس شخص کے متعلق اور اس کے فتویٰ کے باب میں آپ کی کیا رائے ہے؟ جبکہ اس کے والد مدینہ میں طبل جی تھے۔

اور میری نے بھی کہا کہ ابو بکر و امحاق نے ہمیں خبر دی، ابو جعفر طحاوی سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ ابو عبد اللہ احمد بن سہل مازی نے ہمیں بھیجی۔ بن عبد اللہ بن حسن ابن حسن کی ایک حدیث کے حوالہ سے بتایا، انہوں نے موسیٰ بن عبد اللہ بن موسیٰ بن عبد اللہ بن الحسن بن الحسن سے روایت کی۔ انہوں نے عبد اللہ بن عبد الرحمن بن القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ میں موجود تھا اور ہارون الرشید اور محمد بن حسن کے تمام معاملات کا میں نے خود مشاہدہ کیا اور مزید یہ کیا کہ جب محمد بن حسن نکل رہے تھے تو زار و قطار رو رہے تھے تو میں نے ان سے کہا کہ ابو عبد اللہ کیا آپ سر کے زخم کی وجہ سے رو رہے ہیں؟ ہارون رشید نے انہیں دوات سے مارا تو ان کے سر میں چوٹ لگ گئی، یہ حادثہ اس وقت پیش آیا جب کہ انہوں نے مجلس میں ہارون رشید کی خواہش کے علی الرغم فتویٰ دیا۔ خون ان کے چہرے اور کپڑوں پر بہہ رہا تھا، اور ہارون نے ان سے کہا کہ اس کی وجہ سے یہ اقدام اور دیگر ایسے اقدامات ہمارے خلاف کے بھائیں گے اور تم اور تمہارے جیسے دیگر لوگ میرے خلاف علم بغاوت بلند کر رہے گے۔ تو محمد بن حسن نے کہا کہ بخدا اس کی وجہ سے میں نہیں رو رہا ہوں بلکہ مجھے اپنے ضعف و عجز پر رونا آ رہا ہے۔ تو میں نے ان سے پوچھا کہ آخر وہ آپ کی کون سی مجبوری ہے؟ جب کہ آپ اس سطح ارض پر ایک ایسے بلند مقام پر کھڑے ہیں کہ جہاں تک کسی اور کی رسائی ممکن نہیں تو اس پر محمد بن حسن نے کہا کہ میرے لئے سزاوار تھا کہ جس وقت ابو بختری جو کچھ کہہ رہا تھا اس وقت کاٹھن کے اس سے میں پوچھتا کہ یہ تم کہاں سے

کہہ رہے ہو یہ یہاں تک کہ دلائل کی روشنی میں اس کے فتویٰ کے فساد کو واضح کرتا ہے
 ابن ابوالعوام کی سند میں محمد سماع سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ ہارون
 نے محمد بن حسن کی کتابوں کا جائزہ لینے کے لئے کہا اس خوف سے کہ ان میں کوئی
 ایسا مواد تو نہیں جو طلبہ کو بغاوت پر آمادہ کرے، تو محمد نے مجھے کہا کہ ابوبکر
 یعنی ابن سماع ان کے ساتھ اس کام میں مصروف تھے صرف اللہ ہی معاملہ میں
 کافی ہے، میں چاہتا ہوں کہ تم میرے گھر پر میری کتابوں کی حفاظت کے لئے آؤ تاکہ
 ان میں ایسی کتابوں کو نہ ڈال دیا جائے جو ان میں شامل نہیں تھیں۔ چنانچہ میں نے
 ان کے حکم کی تعمیل کی اور جب میری کتابوں کا جائزہ لینے کے بعد اس میں کچھ نہیں
 ملا۔ ایک مجموعہ کے جو حضرت علیؓ کے فضائل پر مبنی تھا اسے ہارون رشید نے کر
 آئے اور کہا کہ ہمارے پاس اس سے کہیں زیادہ ہے۔ یہ طحاوی نے کہا کہ میں نے
 بکار بن قتیبہ کو سنا کہ وہ اسے جلال بن یحییٰ سے بیان کر رہے تھے اور وہ محمد بن حسن سے
 اور انھوں نے اس میں اتنا امتناؤ کیا کہ ہارون محمد بن حسن کی جانب متوجہ ہوا اور
 کہا کہ یہ وہ امان ہے جسے میں نے خود نہیں لکھا ہے بلکہ کسی سے لکھوایا، تو تمہارا
 اس شخص کے متعلق کیا خیال ہے؟ جس نے خود تو نہیں لکھا بلکہ حکم دے کر دوسرے
 سے لکھوایا ہو یہ سننے کے بعد محمد نے کہا کہ اگرچہ یہ چیز ایک عام شخص کی جانب سے
 آئی ہے لیکن وہ باطل میں شریک نہیں سمجھا جائے گا۔ کیونکہ اس نے اسے اپنی
 مرضی سے انجام نہیں دیا ہے اور اگر بادشاہ ہے تو وہ باطل میں شریک تصور کیا
 جائے گا کیونکہ بادشاہ کا ہر فرمان اس کے حکم ہی سے صادر ہوتا ہے۔ یہ سننے کے بعد ہارون
 رشید غلظہ غضب میں بھر گیا اور جو کچھ اس کا بس پلا وہ اس نے کیا۔
 محمد بن حسن جب دوبارہ منصب قضا پر جلوہ افروز ہوئے تو امام جعفری کو

۱۔ تاریخ الامانی ص ۴۴ مناقب الکفری ۱۳۶/۲۔ ۲۔ ایضاً: ۱۳۶/۲ تاریخ الامانی ص ۴۴

۳۔ تاریخ الامانی ص ۴۴، مناقب الکفری ۱۳۶/۲۔

سے ان کے اور ہارون رشید کے مابین موجود تمام اختلافات رفع ہو گئے اور وہ بادشاہ اور امیر کے اثرات کے باوجود اپنے موقع پر قائم رہے اور ان سے قربت کے باوجود اپنے زہد و تقویٰ کے محافظ بنے رہے اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری کے راستے سے تعلق کو کبھی قریب نہ آنے دیا۔ یہ ایک دوسرا واقعہ جس سے میری باتوں میں مزید وزن پیدا ہوتا ہے جسے میں نے کتب التراجم سے نقل کیا ہے۔ علی دی سمروی ہے کہ انھوں نے ابو حازم سے، انھوں نے یحییٰ بن محمد بن عیسیٰ سے، انھوں نے محمد بن سماع سے روایت کیا کہ انھوں نے بتایا کہ ہم محمد بن حسن کے ساتھ ہارون الرشید کے گھر میں تھے، اسی دوران ہارون رشید ہم لوگوں کے پاس آیا، تو تمام لوگ اس کی طرف رخ کر کے کھڑے ہو گئے بجز محمد بن حسن کے کہ وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹے، ہارون رشید ان کی طرف دیکھنے لگا، چنانچہ جب وہ داخل ہوا تو تمام لوگوں کے پاس انھیں اس نے حکم دیا، تو میں نے محمد بن سماع اپنے دل میں کہا کہ وہ تمام لوگوں کو یہاں سے ہٹانا چاہتا ہے تاکہ ان کے کھڑے نہ ہونے پر انھیں سزا دے سکے۔ جب ہارون رشید کے پاس سے محمد بن حسن واپس آئے تو میں بھی ان کے ساتھ ان کے گھر تک گیا اور ان کی خیریت دریافت کی تو انھوں نے کہا کہ جب میں اس کے پاس گیا تو اس نے مجھ سے کہا کہ میں بنی قلاب کے جنگجو گروہ کو قتل کرنا چاہتا ہوں اور ان کے تمام لوگوں کو ملامت کرنا چاہتا ہوں میں نے اس سے دریافت کیا کہ امیر المؤمنین! اے ایسا آپ کیوں کرنا چاہتے ہیں؟ جب کہ عمر بن الخطابؓ نے اسی صورت میں ان سے کچھ شرائط پر مصلحت کر لی تھی تب اس نے مجھ سے کہا کہ عمرؓ نے ان سے صرف اس بنا پر صلح کی تھی کہ وہ اپنے بچوں کو پتھر میں نہیں رنکیں گے لیکن انھوں نے اپنے بچوں کو رنکا جس کی وجہ سے وہ اس لان سے نکل گئے تو میں نے اس سے کہا کہ اپنے بچوں کو پتھر میں رنکنے کے بعد بھی عمرؓ نے انھیں مان دی، تو اس نے یہ دلیل دی کہ عمرؓ نے ان کو پناہ ایمن کسی شرط کے دی تھی۔ پھر اس نے مجھ سے یہ کہا کہ عمرؓ نے ان سے جنگ کا ارادہ صرف اس لئے ترک کر دیا تھا کہ ان کی مدت بہت غلطی تھی۔ میں نے اس سے کہا کہ مدت غلط تو تھی

تھی لیکن آپ کے بعد دو عادل امام آئے جن کی مدت حکومت بہت طویل رہی چنانچہ حضرت عثمان اور حضرت علیؓ نے ان پر کبھی چڑھائی نہیں کی اس پر اس نے یہ دلیل دی کہ ان دونوں حضرات نے بغیر کسی شرط کے ان سے صلح کی تھی اور اس کے بعد مجھ سے اس نے کہا کہ یہاں سے نکل جاؤ۔

ابن علیہ کے طریقہ سے صحیری نے اپنی روایات میں کچھ اضافہ کیا ہے۔ ہارون رشید نے مجھ سے پوچھا کہ تم کو آخر کیا ہوا کہ تم لوگوں کے ساتھ کھڑے نہیں ہوئے؟ میں نے کہا کہ مجھے یہ چیز ناگوار گزرتی ہے کہ میں اس طبقہ سے باہر نکل آؤں جس میں تم نے مجھے شامل کیا ہے۔ اسلام مجھے اہل علم میں شمار کرتے ہو اس لئے یہ چیز زیب نہیں دیتی کہ اس طبقہ سے نکل کر خدا کے طبقہ میں شامل ہو جاؤں جو اہل علم میں شامل نہیں ہیں۔ تمہارے چچا زوہبائی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کہا کہ جو یہ چاہے کہ لوگ اطاعت میں اس کے لئے کھڑے ہو جائیں تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علماء سے یہی چاہا لیکن اگر کوئی شخص حق کی مقدار اس بادشاہ کے اعزاز کے لئے کھڑا ہوتا ہے جو دشمن کے لئے خطرناک ہے تو کوئی حرج نہیں اور جو صرف سنت کی اتباع میں پیشاب داتا تو یہ ان کے لئے باعث زیب و آرائش ہے۔ اس پر ہارون رشید نے کہا کہ آپ نے درست فرمایا۔

مذکورہ تمام باتوں سے راہِ حق پر ان کی استقامت اور استقلال کا اندازہ ہوتا ہے، مسالین اور نصاریٰ سے ان کا برابر کا تعلق رہا، باطل کا پردہ فاش کرنے میں ان کا موقع بالکل نمایاں ہوتا، باطل کے راستے میں کوئی دشوار ترین منزل آتی تو اس میں کسی نرمی اور مہارت کا ثبوت نہ دیتے، علم اور دین کی خدمت کے لئے ان کے اندر بہت سچا جذبہ تھا۔

دوسرا باب

محمد بن حسن شیبانی — علمی پہلو

۱۔ شیوخ

۲۔ تلامذہ

۳۔ وفات

محمد بن حسن شیبانی — علمی پہلو

۱۔ شیوخ

محمد بن حسن نے بے شمار اساتذہ سے فقہ، حدیث، زبان، اور سیک کی تعلیم حاصل کی۔ سب سے پہلے انھوں نے قرآن کریم حفظ کیا، عربی زبان اور لغات کے دروس میں حاضر ہونے لگے۔ اس وقت کو قدیم علوم عربیہ کا گہوارہ تھا اور حدیث و فقہ کا مرکز تھا۔ حصولِ علم کے لئے انھوں نے بہت روپے خرچ کئے اور غیر معمولی جفاکشی سے کام لیا۔ اور حصولِ علم کے لئے کافی وقت صرف کیا۔ محمد بن حسن فرماتے ہیں کہ میرے والد نے مجس ہزار روپے چھوڑا تھا جس میں سے پندرہ ہزار میں نے حصولِ ثناء اور شعریں خرچ کئے اور پندرہ ہزار حدیث اور فقہ پر لگا دیئے۔ انھوں نے عموماً کو علم کے لئے بالکل وقت کر دیا تھا۔ ابنِ ساعہ فرماتے ہیں کہ انھوں نے اپنے اہل و عیال سے کہا کہ تم لوگ مجھ سے دنیاوی ضروریات کے متعلق سوالات مت کیا کرو۔ کیونکہ تم لوگوں نے مجھے الجھا کر رکھ دیا ہے اور اپنی ضروریات کو میرے وکیل سے حاصل کیا کرو۔ کیونکہ اس نے مجھے دنیا سے بے نیاز کر دیا ہے اور اسی نے میری بسیار خوری کو کم کر دیا ہے۔

جس شخص کا علم سے اتنا گہرا لگاؤ ہو تو ضروری ہے کہ اس کی علمی کاوشیں رنگ لائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان کے علم سے استفادے کے مواقع عنایت کئے۔ آمین

۱۔ بلوغ اللہانی، ص ۵، مناقب ابو حنیفہ و صحابہ، ص ۵۱

۲۔ انساب ابی حنیفہ و صحابہ، ص ۳۳، مناقب ابی حنیفہ و صحابہ، ص ۳۴-۳۵، ۵۵، ابی حنیفہ، ص ۷۰

آپ جب چودہ سال کے ہوئے تو ابو حنیفہ کی مجلس میں حاضر ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں تفقہ فی الدین کا شیدائی بنا دیا اور اس کے بعد قرآن کریم حفظ کیا۔ جصلیٰ علم کے لئے انہوں نے ابو حنیفہ کے حلقہ درس سے خود کو وابستہ کر لیا۔ چار سال تک شہادت

لے بلوغ الالبانی۔ ص ۵

ابو حنیفہ نعمان بن ثابت بن ذوط۔ وہ تقریباً ستھ صد میں بمقام کوفہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے دادا ذوط غازی کی حالت میں فارس سے کوفہ آئے۔ اور ان کے مالک نے ان کو آزاد کر لیا۔ ان کا تعلق نیم اللہ قبیلہ سے تھا۔ ان کے والد کا نام ثابت تھا۔ وہ آزاد کی حیثیت سے اس قبیلہ میں پیدا ہوئے۔ ابو حنیفہ کو بے نشان ابیسن سے سماع حدیث کی توفیق نصیب ہوئی۔ اور کوفہ میں ان سے بہت کچھ سیکھنے کے مواقع ملے۔ اور غالب گمان یہ ہے کہ انہوں نے بعض صحابہ کی بھی زیارت کی لیکن ان سے روایت نہیں کی۔ ان کے شیوخ میں ابو عمر اشجیٰ دت ۱۱۰ھ اور عطاء بن ابی رباح دت ۱۱۳ھ صحابہ بن ابی سلیمان دت ۱۲۰ھ کے نام لے جاتے ہیں۔ حلقہ کا ان کی فتویٰ بصیرت پر نہایت گہرا اثر رہا۔ انہوں نے ان کی خدمت میں تقریباً پانچ سال گزارے۔ اور ان کے تعلق روایت کرتے ہوئے بتایا کہ شیخ حلقہ ابیحو کی طرف کامزن تھے کہ میں شہر اسطور میں ان کے حلقہ درس میں شامل ہوا اور وہ اس نے کے بعد انہوں نے اعلان کیا کہ اساطیر سوالات کے جوابات میں سے میں نے نہیں کے جوابات غلط دیئے تھے۔ اس لئے انہوں نے اپنے لئے یہ لازم کر لیا کہ اب وہ صرف حلقہ کے حلقہ درس میں نہیں گئے۔ چنانچہ ان کے انتقال کے بعد انہوں نے کوئی درس نہیں دیا۔ ان کے حلقہ درس میں ان کے ملازم محمد بن حسن خبیانی، زفر اور ابو یوسف حاضر ہوتے۔ اور ان پر یہ الزام لگایا کہ وہ اپنے بہت سی باتیں میں جرحی نظر آتے ہیں۔

وہ تیار دت میں معروف ہو گئے، انہیں منصب قضا پر مٹھنے کے لئے مجبور کیا گیا لیکن ہر بار وہ انکار ہی کرتے رہے بعد ازاں انہیں قید کر دیا گیا۔ ان کی چند مشہور روایتیں میں الفقہ اکابر دستا کتب العلم و المستعمل مشافہ میں وہ اس دنیا سے چلے گئے۔ و باقی اگلے صفحہ پر

پابندی کے ساتھ ان کے درس میں حاضر ہوتے رہے اور ان کے انتقال کے بعد وہ فقہ کی تعلیم کی تکمیل کے لئے امام یوسف کی صحبت میں حاضر ہوتے رہے اور کچھ دنوں کے بعد

(صفحہ گذشتہ کا بقیہ) ان کی میات و خدمات کے لئے خط و کتب: (۱) مناقب ابی حنیفہ و صاحبہ (۲) مناقب ابی حنیفہ فی تفسیر منہاج الصبیح فی مناقب ابی حنیفہ السیوطی (۳) ابی حنیفہ حیات و خصوصیات (۴) لمحمد ابو زہرہ (۵) تاریخ التراث العربی لغوی و سرگین (۶) ۳۸۰-۳۸۱ (۷) العربیت (۸) طبقات الفقہاء الشیعہ (۹) الشریعہ (۱۰) ۹۰۰-۹۰۱ (۱۱) اخبار ابی حنیفہ و صاحبہ (۱۲) ۳۰۰-۳۰۱ (۱۳) تاریخ بغداد (۱۴) ۳۲۲-۳۲۳ (۱۵) وفیات الامیاء (۱۶) ۳۹۵-۳۹۶ (۱۷) اللباب فی تہذیب الانساب لابن الاثیر (۱۸) ۳۲۵-۳۲۶ (۱۹) البراہین الخفیہ للقرطبی (۲۰) ۴۶۱-۴۶۲ (۲۱) ذکرہ المصنف (۲۲) ۱۰۹-۱۱۰ (۲۳) سوانح النعمان للبیاض (۲۴) ۳۰۸-۳۱۳۔

بنو غلامانی (۲۵) ۶۔ ابو یوسف بن یعقوب بن ابراہیم بن حنیفہ الکوفی کا تعلق صحابی سید بن حنیفہ کے خاندان سے ہے۔ وہ مشائخ میں مقام کو فرما میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے ہشام بن عروہ اور اسحاق شوبانی، سیلابی الخ و محمد بن اسحاق سے تعلیم حاصل کی۔ فقہ میں ان کے شیوخ محمد بن عبد الرحمن بن ابی اہلی اور ابو حنیفہ میں اور کچھ دنوں کے بعد ان کا انحصار صرف ابو حنیفہ ہی پر رہا اور اپنی تمام تر خوششیشیں حصولِ فقہ میں صرف کوئیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے خاندان کے لوگ اپنے فقہ و افلاس کی داستان کے ساتھ امام ابو حنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شکست کی کیم فاکر کر رہے ہیں۔ یہی رہا ہر ابو حنیفہ نے ان کے لئے راجن کا انتظام کیا کہ جس پر ان کا گزارا و اوقات ہو سکے۔ اس صورت انھوں نے اپنی شاگرد کی خداوندی حاجت کو دیکھتے ہوئے کیا تھا۔ ابو یوسف بغداد کے منصب قضاء پر فائز ہوئے یہ طیفہ ہادی کا عہد تھا جس کی حکومت مشائخ میں رہی۔ وہ لوگوں کے مابین نہایت صلہ و مہارت کے ساتھ فیصلہ دیتے رہے یہاں تک کہ اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ وہ پہلے شخص ہیں جنھیں قاضی القضاۃ کے لقب سے نوازا گیا۔ فقہ میں ان کی آراء کو قدس کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے اور فقہ کے میدان میں ان کی اور ان کے استاد کی آراء میں بین فرق و باقی محض صفہ پر

بن خازم زفر بن ہذیل، ہامامیل بن ابیہم، فضل بن زفر، ان حسن بن عمار، یونس بن ابی اسحاق، سیدی، محمد الجبار بن العباس، ہدائی، محمد بن کاہان، صالح القرظی، سعید بن عبید اللطائی، البرقہ و عروہ بن حارث، ہدائی، ابدا بن زید، علما، ابن زید سرہ

مدینہ

مالک بن انس، ابو جعفر حجازی کے زبردست فقیہ تھے، اور مدینہ میں بے وقت کے جدید عالم شمار کئے جاتے تھے۔ شمس الدین الذہبی کے مطابق فقیہ امت تھے۔ ان سے بے شمار لوگوں نے حدیثیں روایت کیں۔ انہوں نے کبھی فتویٰ نہیں دیا۔ جب کہ جدید سر علم، ان سے یہ شبہا دوری کردہ فتویٰ دینے کے اہل ہیں۔ انہوں نے اپنی زندگی کا ایک طویل حصہ شہر سوان میں عورت کے ساتھ بسر کیا اور خلافت میں خلیفہ ہارون رشید کے دور میں ان کا انتقال ہو گیا۔ آپ کی حدیثاں فقہ میں زبردست صلاحیت کا ذکر امام شافعی نے ان افکار میں کیا ہے کہ علما کا ذکر چھڑتا تو مالک ان میں ستارہ کے مانند نظر آتے۔ اور کوئی بھی ایسا نانا نہیں تھا جس نے مالک کو چھوڑ کر مجاہد کیا ہو۔ چنانچہ مشرق و مغرب کے متعدد علما نے ان سے استفادہ کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان میں سب سے اہم نام محمد بن حسن شیبانی اور امام شافعی کا لیا جاتا ہے۔

امام مالک کے یہاں سفر کر کے جانا اور انہی کی زبانی موطا کی سماعت

جس وقت محمد بن حسن نے موطا کا مطالعہ شروع کیا تو عہد مجددی کے اوائل ہی میں ان کی شہرت عام ہو گئی۔ امام مالک کے پاس جانے کے بعد انہوں نے عین سال قیام

۱۔ تذکرۃ الحفاظ، ص ۱۱۱، الفہرست، ص ۲۸۹، مفتاح السداۃ، ۲۰/۸۳۔

۲۔ الفقہ الاسلامی، مدخل لدراسة النظام العلمی، محمد یوسف موسی، ص ۳۳۸۔

۳۔ مفتاح السداۃ، ص ۱۱۱۔ ۴۔ بلوغ الامانی، ص ۱۰۔

کیا۔ مجملہ جو سدا سادہ سادہ انھوں نے امام مالک سے سنی ان کی تعداد تقریباً سات سو تک پہنچتی ہے، اس کی صحت کی تصدیق انھی سے روایت کردہ مختلف طرق سے ہوتی ہے اس سفر کی داستان دینے کے تمام شیوخ کے سنی گئی، جن کا عقربہ ذکر آئے گا اور ان شیوخ سے گذشتہ اسفار میں جو سماع حدیث میں اضافے ہوئے اس کا بھی اندازہ ہو جائے گا۔

موطا کی تقریباً بیس روایات ایسی ہیں جس کی زیادتی اور کمی کے باب میں اختلاف پایا جاتا ہے جن میں سے بعض کی طرف دارقطنی نے اپنے اس جزو میں اشارہ کیا ہے جو مختلف موطوں کے اختلاف اور اتفاق پر مبنی ہیں۔ محمد بن حسن کی روایت کردہ موطا بہترین موطا میں داخل ہے۔ لیکن اسلوب کے لحاظ سے اربع نہیں ہے کیونکہ انھوں نے تین سال کی مدت میں نہایت کثرت و قناری کے ساتھ اس کی سماعت امام مالک کے الفاظ میں کی۔ ابواب احادیث کے ذکر کرنے کے بعد وہ یہ بھی بتاتے ہیں کہ ان میں سے کئی احادیث کو عراقی فقہاء نے لیا ہے اور کئی کی مخالفت کی ہے اور جن احادیث کی مخالفت کی گئی ہے وہ انھیں نہایت سنجیدگی سے پڑھتے اور ان پر غور کرتے کہ مخالفت کے سبب کیا ہیں؟ محمد بن حسن موطا کی سماعت کے بعد یہ دیکھتے تھے کہ کیا ان کی آراء میں کوئی ایسی چیز ہے جو کہ قابل قبول نہ ہو۔ انھوں نے مکتب الحجج - تابع کی جمالیہ دینے کے خلاف دلائل کی حیثیت سے شہرہ دیے۔

امام محمد بن حسن اور مذہب حنفی کی مخالفت و عداوت میں ان کے مخالفین و متعصبین نے بہت سے ناگوار قصے وضع کئے جن کا باعوم علماء کرام کی ذمہ داری اور انھیں امام مالک سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بہت سے لوگوں کو درگزر کرنے والا ہے۔

۱۔ بلوغ الامانی: ص ۱۰۔ ۲۔ ایضاً: ص ۱۱

۳۔ ایضاً: ص ۱۳۔ ۴۔ ان خیالی واقعات اور امام مالک پر طعن و تشنیع

کے لئے دیکھئے: بلوغ الامانی ص ۱۱-۱۳۔

دیگر شیوخ

ابراہیم بن یحییٰ، حمید اللہ بن عمر بن سلیمان، محمد بن ہلال، صالح بن عثمان، اسماعیل بن رافع، حطاف بن خالد، اسحاق بن حازم، ہشام بن سعید، اسامہ بن زید اللخثی، دؤوب بن قیس القرظہ، عیسیٰ بن ابی عیسیٰ الغنایہ، عبد الرحمن بن ابی الزناد، محمد بن عبد الرحمن بن ابی ذؤب، اور خثیم بن عراک۔

مکہ

سفیان بن عیینہ، الکوفی، تنزیل کہ اسماعیل بن عبد الملک، طلحہ بن عمرو، سیف بن سلیمان، ابراہیم بن زید، الاموی، نکیہ بن اسحاق، اور عبد اللہ بن عبد الرحمن بن اسلم، شقی، الطائفی، یحییٰ

بصرہ

ابو العوام عبد العزیز بن الربیع البصری، ہشام بن ابی عبد اللہ، النخعی، صبیح، ابو حرقہ، واصل بن عبد الرحمن، سعید بن ابی عروہ، اسماعیل بن ابراہیم البصری، اور المبارک بن فضالہ۔

واسط

عباد بن العوام، شہر بن الحجاج، اور ابوالکک عبد الملک النخعی۔

شام

ابو عمرو عبد الرحمن الاوزاعی، محمد بن راشد، الکوفی، اسماعیل بن عیاش، المعصی، ثور بن یزید، الدمشقی۔

خواسان

عبد اللہ بن المبارک۔

یمامہ

ابوب بن عقیقہ التیمی۔

۱۔ بلوغ الامانی، ص ۶۔ ۲۔ بلوغ الامانی، ص ۷۔ ۳۔ ایضاً، ص ۸۔

۴۔ ایضاً، ص ۶۔ ۵۔ ایضاً، ص ۸۔ ۶۔ ایضاً، ص ۸۔

مذکورہ بالا شیعوں کے علاوہ بھی کچھ اور لوگوں سے انھوں نے روایت کی، انھوں نے اپنے معاصرین اور دیگر لوگوں سے بھی روایت کرنے میں کسی بے رغبتی کا اظہار نہیں کیا۔ سچا پوچھنا تو یہ عظیم لوگوں کی شناخت ہے جو اپنے چھوٹوں سے روایت کرنے میں کسی گتھری کا احساس نہیں کرتے بلکہ

علی زبان کا علم انھوں نے کسائی سے حاصل کیا اور کسائی نے اسی طرح ان سے فقہ کی تعلیم حاصل کی بلکہ

فن سیرت کے لئے انھوں نے ابو حفص کے سامنے زانو تلمذ تہر کیا، واقعہ یہی محمد بن عمرو بار محمد بن حسن کی خدمت میں آیا کرتے تھے۔ اور ان سے منافی کا علم حاصل کیا کرتے تھے اور وہ واقعہ یہ ۲ الجامع الصغیر پڑھا کرتے تھے۔

تلاذہ اور استفادہ کرنے والے احباب

دنیا کے گوشے گوشے میں محمد بن حسن کی شہرت عام ہو گئی تھی اور مختلف جگہوں سے اگر لوگ آپ کی تصانیف کو حاصل کرتے، دور دراز شہروں سے لوگ چل کر آپ کی خدمت میں فقہ کی تعلیم کے لئے حاضر ہوتے، آپ اجتہاد کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، وہ مستقل اپنا سلسلہ امام ابو حنیفہ سے منسوب کرتے، تا کہ میدان فقہ میں ان کی عظمت کا اور اک کر سکیں، وہ اس کا اظہار بار بار نہیں کرتے تھے مگر ایسا شخص جو کہ ان کے مراتب سے واقف نہ ہو اس کے سامنے ضرور متعجب رہا اس کی وضاحت کر کے کہ میرا حلق امام اعظم سے ہے۔

پہلے پوچھنے تو ان کے تلاذہ کا استقصاء ممکن نہیں ہے یہاں پر ہم ان کے تلاذہ اور ان کے ان رفقاء کا ذکر کریں گے جنھوں نے ان سے استفادہ کیا۔

ابو جعفر المکی الہمدانی احمد بن جعفر الجمہلی یہ وہ ہیں جس سے بخاری نے اپنے سفر کے قبل اہل الرأی اور جامع الثوری کی فقہ بھی پڑھی۔

ابو سلیمان موسیٰ بن سلیمان البزرجانی یہ وہ ہیں جن کے توسط سے پورے مشرق و مغرب میں تصلاح سے امام ہوئی۔

ابو عبد اللہ محمد بن ادوریس الشافعی جعفر بن محمد بن حسن سے درس حاصل کئے اس میں کسی دو کا بھی اختلاف نہیں ہے، انھوں نے پورے طور سے ان کی صحبت اختیار کی اور اپنی تصانیف کو ضائع کر دیا اور اس پر ساٹھ دینار صرف کئے انھوں نے محمد بن حسن سے بے پناہ چیزیں نقل کیں، اور سوائے ان سے سننے کے اور کوئی کام نہیں کرتے محمد بن حسن کے یہاں علم اور مال دونوں کی کثرت تھی۔ ذہبی نے اپنی تصانیف المکیہ میں ذکر کیا ہے کہ ابراہیم الصواف نے کہا کہ مجھ سے محمد بن حسن نے یہاں کیا کہ میں نے ابو جعیدہ سے سنا ہے کہ وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے شافعی کو محمد بن حسن کے پاس دیکھا انھوں نے امام شافعی

لے بلوغ الامانی: ص ۹۔ امام شافعی چار ائمہ میں سے ایک ہیں، خطاطہ میں

پیوا ہوئے اور کمر میں مسلم بن خالد الزنی سے فذکی تعلیم حاصل کی اس کے بعد مدینہ کا سفر کیا، وہ اس وقت چھ سال کے تھے۔ انھوں نے وسط کو امام مالک کے سامنے پیش کیا اور ابراہیم بن محمد ابنی یحییٰ الاسلمی سے سنا اس کے بعد کہ گئے اور وہاں ابن حنیفہ سے سماعت کیا اور اس کے بعد بعض گورزروں کے یہاں کام کی فرض سے یمن گئے مگر وہاں اس وقت وہ بہت تنگی سے گزر رہے تھے یمن میں مستقل کاموں میں بٹھ رہے لیکن علم سے بے پروا نہ ہوئے۔ اس کے بعد ان پر طغیاء ملوی کی تہمت پڑی گئی جس کی بنا پر وہ حجاز میں عراق میں آگئے اور وہاں حجت الہیہ سے ختم ہو گئی تو انھوں نے فذکی تعلیم دینا شروع کر دی۔ اور وہ اس وقت محمد بن حسن کے پاس تھے۔ بلوغ الامانی: ص ۲۰۔ تاریخ التراث العربی۔ ۱۹۵۲-۱۹۶۰۔

طبقات الفقہاء للشیخ الرازی۔ ص ۳۸-۵۰، الاتقار۔ ص ۶۵-۱۲۱، طبقات الشافعیہ لابن جریر۔ ص

کو پچاس دینار عطا کئے۔ اور اس سے قبل انھیں پچاس درہم پیش کئے اور ابو علی الصواف نے مزید یہ کہا کہ علم کے متقاضی محمد بن حسن کی صحبت کو اختیار کرنا چاہتے ہیں عیدہ فرماتے ہیں کہ میں نے شافعی کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے محمد بن حسن سے ایک اذنی کے بھاری بھنگے برابر نقل کیا اور جب میں نے انھیں علم حدیث کا تحفہ عطا کیا تو انھوں نے کہا کہ کسی سے کچھ طلب مت کرنا تو اس پر انھوں نے کہا کہ جب آپ کی صحبت مجھے حاصل ہے تو کسی اور سے کچھ طلب کرنے کی کیا ضرورت ہے اور آپ نے کبھی اپنے احسان کو جتایا نہیں محمد بن حسن کا اپنے حکامذہ کے ساتھ یہ برتاؤ ہوتا ہے

امام شافعی فرما رہے تھے کہ لوگ میری اس فقہ کے قائل تھے جو میں نے محمد بن حسن سے حاصل کی تھی۔ اور وہ بھی فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے دو لوگوں کے ذریعہ میری مدد کی حدیث میں ابن عیینہ کے ذریعہ اور فقہ میں محمد بن حسن کے ذریعہ۔

امام شافعی مزید محمد بن حسن کے متعلق یہ کہا کرتے تھے کہ میرے اوپر علم اور اسباب دنیا کے سلسلے میں جس قدر احسان محمد بن حسن کا ہے اتنا دنیا میں کسی اور کا نہیں۔ یہ خبر اوقات وہ ان کا حرم کے انداز میں ذکر کرتے۔ یہ تمام چیزیں اس بات کی غمازی کرتی ہیں کہ وہ امام محمد کی حدود وجہ تقسیم و تفریق کرتے تھے۔

رہے وہ خیالی اور کھربے اور بے شمار لائینی استاد کو کیا یہ ایک شاگرد کے لئے اپنے شیخ کے ساتھ ممکن ہے، ہرگز نہیں۔ امام شافعی اور محمد بن حسن کے مابین دونوں صاحبان کی محبت معروف و مشہور تھی اور امام شافعی کی عظیم آبرو ان کا بلند صحبت اور کردار لوگوں کی نظروں سے چھپی نہیں ہے۔ اللہ نے انھیں بغض و حسد اور کذب و تعصب سے کافی دور رکھا ہے۔

۱۔ بلوغ الامانی ص ۲۳

۲۔ بلوغ الامانی ص ۲۳۔

بلوغ الامانی ص ۲۳-۲۵۔

تلامذہ

ابو جعفر قاسم بن سلام البزوفی، عمر بن ابی عمرو الحوافی، محمد بن ساعد التیمی، علی بن
 مسجد بن شداد الدقی، معلى بن منصور الرازی، ابو بکر بن ابی مقاتل، اسد بن القرات
 القیرفانی، ردوان مذہب مالک، محمد بن مقاتل الرازی، ابن جریر الطبری کے شیخ یحییٰ بن
 یسین الخفافی (رحمہ) اور تعدیل کے امام علی بن مسلم الطوسی، موسیٰ بن نصر الرازی،
 شداد بن حکیم البغنی، الحسن بن حرب الرقی، ابن حبیلہ، ابو العباس حمید، ابو التوبہ ریح بن
 باقر الحلبی، سعید الشہید بن ابی حنیفہ الدبوسی، ابو یزید عمرو بن یزید البجری، مصعب بن عبد اللہ
 الزبیدی، ایوب بن الحسن النیسابوری، خلعت بن ایوب البغنی، علی بن صبیح، عقیل بن
 عنبتہ، علی بن مہران، عمر بن حمیر یحییٰ بن اکثم، ابو عبد الرحمن المکوب، مؤدب آل شیبہ
 ابو جعفر محمد بن محمد بن مہران النسوی، امام سے موطا کی روایت کی شیبہ بن سلیمان
 الکیسانی، امام سے الکیسانیات کی روایت کی، علی بن صالح الجرجانی، امام سے الجرجانیات
 کی روایت کی، اسماعیل بن کثیر القزوی، امام سے السیر الکبیر کی روایت کی، ابو بکر ابراہیم
 بن رستم الرازی، امام سے التواذیر کی روایت کی، ابو بکر زکریا یحییٰ بن صالح الوحاظی المحضی
 رقعاری کے شامی شیوخ میں سے، ابو موسیٰ حبیبی بن یابان البصری جن سے الحج علی
 اہل مدینہ کی روایت کی گئی ہے، اور وہ کتاب الحج الخیر اور کتاب الحج علی اہل مدینہ عنہ
 کے مولف ہیں، ان کے علاوہ وہ کتاب الحج الکبیر، کتاب الحج الصغیر اور کتاب الحج علی البحر
 والشامی فی شروہ قبول الاخبار کے مولف ہیں، اور سفیان بن سہبان البصری، کتاب العطل
 کے مصنف ہیں، جیسی اہم شخصیات آپ کے تلامذہ میں شامل ہیں، حبیبی بن یابان نے آپ
 سے فقہ کی تعلیم حاصل کی اور آپ کی شخصیت سے پوری طرح وابستہ ہو گئے۔

اور بہت سے آپ کے معاصروں نے بھی آپ سے روایت کی ہے، چنانچہ محمد بن
 عمر الواقدی نے بھی آپ سے روایت کی ہے۔ جس طرح کہ خود انہوں نے واقدی سے نقل کیا

کی ہے۔ اور اس سلسلے کو ہمیں پرمیں ختم کرتا ہوں۔

وفات

ابن عمرؓ اور الخطیبؒ کے مطابق محمد بن حسن کی وفات ۳۳۰ھ میں ہوئی۔ کچھ لوگوں نے سہو کی بنیاد پر ۳۳۰ھ بتایا ہے، متفقہ طور پر یہ اتفاق کیا جاتا ہے کہ ۳۳۰ھ میں آپ کا انتقال ہوا اور اس کے علاوہ الخیاط، الخطیب اور دوسرے لوگوں نے جو ۳۳۰ھ بتایا ہے یہ بھی درست نہیں ہے۔

اور الحمیریؒ سے روایت ہے کہ انھوں نے بتایا کہ ابراہیم بن عمر الفہوی کے مطابق محمد بن حسن اور الکسانی دونوں شخصیتیں ایک ہی ساتھ بقام "الری" ۳۳۰ھ میں اس دنیا سے تشریف لے گئیں۔ ان دونوں حضرات پر ہارون الرشید نے اپنے تاثرات کا اظہار ان لفظوں میں کیا: "میں نے فقہ اور زبان عربی کو" الری" میں دفن کر دیا۔ اس سلسلے میں ایک قول یہ ہے کہ پہلے محمد بن حسن کا انتقال ہوا اور اس کے دو دن بعد کسائی کا۔ اولیٰ قول کے مطابق دونوں کا ایک ہی دن انتقال ہوا۔ واللہ اعلم۔

مناقب لکھنوی میں مذکور ہے کہ محمد بن حسن کی تدفین "الری" کے قلعہ "محرکہ" میں عمل میں آئی۔ جو جبل طبرک میں واقع ہے۔ جہاں سے ہشام بن عبد الرزاق کا گھر بہت قریب ہے ماسی لئے یہ برابر محمد بن حسن کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ کسائی کا وطن "رجویہ" گاؤں میں تھا۔ رازی اور کسائی کے گھر کے مابین چار فرسخ کی دوری ہے اور رشید کی فوج وہاں سے چار فرسخ پہلے اس کے ایک جانب امام محمد کا قیام ہے اور دوسری

۱۔	بلوغ الامانی، ص ۷۰۔	۲۔	تاریخ بغداد، ۲/۱۸۲۔
۳۔	بلوغ الامانی، ص ۷۰۔	۴۔	ایضاً، ص ۷۰۔
۵۔	تاریخ بغداد، ۲/۱۸۲۔	۶۔	بلوغ الامانی، ص ۷۰۔
۷۔	انساب الاشراف، ص ۱۲۷۔	۸۔	بلوغ الامانی، ص ۷۰۔

جانب امام کسائی کا قیام ہے۔ اور یہ بیس سے بارہون و شید محمد قند کے رافع بن الیث بن نصر بن سید سے جنگ کرنے کے لئے لگے۔ وہی نے اپنے جزیر میں یونس بن عبدالاعلیٰ ہے انھوں نے علی بن محمد سے اور انھوں نے رازی سے جس کے مکان میں محمد بن الحسن کا انتقال ہوا، روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں محمد بن حسن کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ مرنے کے قریب تھے، مجھے دیکھتے ہی رو پڑے، تو میں نے ان سے کہا کہ آپ صاحب علم ہوتے ہوئے رو رہے ہیں تو انھوں نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے تھوڑا سا موقع دے اور مجھ سے پوچھ کر کہہ دیں کہ میں نے کس چیز نے مجھے آباد کیا ہے میرے واسطے میں جہاد کے لئے یا میری خوشنودی حاصل کرنے کے لئے تو میں کیا جواب دوں گا؟ اس کے بعد آپ کی روح پرواز کر گئی۔^۱

صمیری نے کہا کہ احمد بن محمد بن ابی رجا سے، انھوں نے اپنے والد سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے محمد بن حسن کو خواب میں دیکھا تو ان سے سوال کیا کہ آپ کہاں چلے گئے؟ تو انھوں نے کہا کہ میرے لئے مسخرت کی دعا کیجئے۔ میں نے کہا کیوں؟ تو انھوں نے کہا کہ یکید میں نے تم کو مطیع علم نہیں دیا چنانچہ آج ہم سب ان کے لئے مسخرت کی دعائیں کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ میں نے یہ بھی ان سے سوال کیا کہ ابو یوسف کے ساتھ کیا ہوا؟ تو انھوں نے کہا کہ وہ ہم سے ایک درجہ بلند ہیں۔ اس کے بعد امام ابو حنیفہ کے حلق سوال کیا کہ ان پر کیا گزر رہی ہے؟ تو انھوں نے بتایا کہ وہ اعلیٰ علیین میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی رحمتوں اور سالیوں سے ڈھانک رکھا ہے، اور اللہ نے انہیں ان کے علوم و کمالات سے نوازا ہے۔

۱۔ بلوغ الامانی: ص ۱۱، المنان قب النکروری: ۱۳۹/۲۔

۲۔ اخبار الرالی حنیفہ و اصحابہ: ص ۱۳۹۔

تیسرا باب

محمد بن حسن شیبانی — علمی سرگرمیاں

۱۔ محمد بن حسن کی کتابوں کی اہمیت اور ائمہ مذاہب پر ان کے اثرات

۲۔ بنیادی مصادر سے استفادہ

۳۔ تالیفات محمد بن حسنؒ

محمد بن حسن شیبانی

علمی گریباں

۱۔ امام محمد بن حسنؒ کی کتابوں کی اہمیت اور ائمہ مذاہب پر ان کے اثرات

محمد بن حسن کی حرکتیں ہم لوگوں کے سامنے موجود ہیں، ان کا ان کے معاصر علماء سے پورا پورا موازنہ کیا گیا ہے۔ اور یہ کتابیں حنفی مذہب کے لئے دستاویز ہیں، اور انہی کتابوں کے ذریعہ ان کا قلم گروہ اسکل آج بھی موجود ہے، یہ کتابیں بنیادی مصداق کی حیثیت رکھتی ہیں اسی لئے انھوں نے ان کی تدوین کے لئے قدم اٹھایا۔ ان کی یہ کوشش رہی کہ حرافی اور حجازی علماء کی فرقہ ہم لوگوں تک منتقل کر دیں۔

عراقی علماء کے مابین ان کی تصانیف عزت کی نظر سے دیکھی جاتی ہیں، کیونکہ وہ ایک مجتہد عالم تھے اور غیر معمولی عیالات کے معاملہ تھے۔ اس وجہ سے بھی کہ انھوں نے عراق کی فقہ کو حجاز کے لئے جمع کیا اور روایت کے توسط سے نقل کرتے ہوئے بعد میں آنے والے لوگوں تک پہنچایا۔ یہی وہ اسباب ہیں کہ جن کی بنا پر ان کی کتابیں باحث صد افتخار کی اہل ہیں۔ جلسی سے روایت ہے، انھوں نے حسن بن داؤد سے روایت کی کہ انھوں نے کہا کہ ہم چار کتابوں کی وجہ سے اہل بصرہ پر ناز کرتے ہیں اور ۴۷ ہزار مساعی کے سبب فخر کرتے ہیں کہ جن کو تنہا ایک شخص نے قیاس و عقل کی بنیاد پر ترتیب دیا، جسے دنیا محمد بن حسن کے نام سے جانتی ہے اور پھر پچاس سے ماضی ہے اس میں شک نہیں کہ انھوں نے بے پناہ جدوجہد کی، عین شاقہ سے دوچار ہوئے اور رات کو دیروں تک جگتے اور گھر بھر تمام کام اپنے دیکل کے سپرد کر دیا اور تالیف و تصنیف اور تحلیل و تجزیہ کو اپنا

شمار بنالیا تاکہ وہ اپنے رب اور مسلمانوں کی خوشنودی حاصل کر سکیں۔ ان کے
 افتاء میں سے کسی نے سوال کیا کہ تم سوئے کیوں نہیں ہو رہے انھوں نے جواب دیا: بیشک
 سو سکتا ہوں جب کلامتِ مسلکی یا تکلیفِ سوئی میں اور انھیں مجھ پر اعتماد ہے اور
 وہ مزید محمد بن حسن کے متعلق گواہ ہیں کہ جب کوئی مسئلہ ہمارے سامنے پیش آتا ہے تو
 ہم اسے محمد بن حسن کے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔ تاکہ وہ ہمارے لئے اس کی وضاحت
 کر دیں۔ اس لئے اگر میں خود ہی سو گیا تو اس میں دین کی تضییع ہے لہذا کتاب اللہ
 الاشیاء میں مذکور ہے کہ امام ابو حنیفہ کے علم کی شہرت محمد بن حسن کی تصانیف سے ہوئی
 کہا جاتا ہے کہ انھوں نے نو سو نوے کتابیں تصنیف کیں جو تمام کی تمام مرقومہ فیہ
 چشتل ہیں۔

یہ بات بھی پوشیدہ نہیں کہ وہ تمام کتابیں جن کی تدوین مذہبِ حنفی کے باب
 میں ہوئی ہے وہ سب کی سب محمد بن حسن کی کتب کے زیر اثر ہیں اور ”الاسدینہ“ جو
 مالکی مذہب کی تدوین میں اساسی اہمیت کی حامل ہے وہ محمد بن حسن کی زیر نگرانی
 تالیف کی گئی۔

امام شافعی نے قدیم و جدید موضوعات پر قلم محمد بن حسن سے فقہ کی تعلیم لینے
 کے بعد ہی اٹھایا۔ اور انھوں نے محمد بن حسن کی کتابوں کی کتابت کی اور ان سے بہت
 کچھ حفظ کر لیا۔ ابن جنبل محمد بن حسن کی کتابوں سے مسائل کے جوابات دیا کرتے تھے اور
 ان کے علاوہ دوسرے فقہاء بھی ان کی کتابوں کی طرف رجوع کرتے تھے۔

۲۔ بنیادی مصادر سے استفادہ

فقہہ! فقہ میں محمد بن حسن کے اول شیخ امام ابو حنیفہؒ ہیں۔ اپنی تعلیم کے ابتدائی پہلو

۱۔ مقدّمہ شرح زیادات الزیادات للشری، ص ۶۲ ۲۔ بلوغ اللامانی، ص ۶۱۔

۳۔ تبیین فی المعین فی مناقب ابی حنیفہ السید علی، ص ۱۳

امام اعظم کے ساتھ بتائے یہی وجہ ہے کہ ان کی تصانیف میں امام اعظم کے اثرات نمایاں ہیں۔ بطور مثال ان کی کتاب مکتب الآثار سے چند نمونے پیش کرتے ہیں۔

(۱) ابراہیم حنفی فرماتے ہیں: تمام چیزوں میں مردوں کے ساتھ عورتوں کی شہادت سوائے حدود کے جائز ہے، اور عموماً خیال ہے کہ حدود کے ساتھ ساتھ قصاص میں بھی جائز نہیں ہے اور یہ امام اعظم کا قول ہے۔

(۲) قاضی شریعہ کامیال ہے کہ چار اشخاص ہیں کہ جن کی آپس میں ایک دوسرے کی شہادت جائز نہیں ہے، عورت کی اپنے شوہر کے لئے، اسی طرح شوہر کی اپنی عورت کے لئے بہا کی اپنے بیٹے کے لئے اور بیٹے کی باپ کے لئے، پارٹنر کی اپنے پارٹنر کے لئے اور جس کی قذوف میں سدھاری کر دی گئی ہو۔ اور عموماً خیال ہے کہ یہی ہمارا بھی خیال ہے اور امام اعظم کا بھی۔ لیکن شریعت کے سلسلے میں ہمارا خیال ہے کہ پارٹنر اگر اپنے پارٹنر کی شہادت کسی غیر کے لئے دے تو جائز نہیں ہے۔

۲۔ المصالح الثانی: دوسرے فقہ کے سلسلے میں انھوں نے امام ابو یوسف سے استفادہ کیا اور ان کے تمام فقہی خیالات سے بخوبی واقف تھے، انھیں امام ابو حنیفہ کی تمام مؤلفات کی تدوین پر کمر بستہ حاصل تھی اور انھوں نے ان کی آرا کو عام بھی کیا۔ لیکن انھوں نے امام ابو حنیفہ کی کتب کی روایت صرف امام ابو یوسف کے طریقے سے نہیں کیا، بلکہ ان کی روایت دوسرے طرق سے بھی کی، جس کے مظاہر ان کی کتب میں نظر آتے ہیں۔ ان کی بعض روایات امام اعظم سے اور بعض روایات امام ابو یوسف میں، لیکن بعض روایات ابو یوسف سے خالص ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ انھوں نے بعض دوسرے فقہاء سے بھی استفادہ کیا ہے، جیسا کہ ان کے شیوخ کے سلسلے میں چیز نظر آتی ہے۔
 عالم حدیث: علم حدیث انھوں نے ایک طرف امام ابو زاعی سے حاصل کیا اور آہی کے

۱۔ کتاب الکبائر ص ۴۰، ابو حنیفہ والقریم اؤنس بن زید رحمہ اللہ ابو یوسف ص ۱۶۵-۱۶۶۔

۲۔ مقالہ کی دوسری فصل ملاحظہ کریں۔

امام مالک کے پاس سفر کر کے گئے جس وقت وہ دارالہجرتہ میں مقیم تھے۔ ان کی روایت موطا
وہ معتبر بھی جاتی ہے امام مالک سے تین سال سامع حدیث کے بعد عراق واپس آ گئے یہ سامع
پہلوؤں سے ان کے مذہب کے لئے مؤید ثابت ہوا۔

ملاحظہ ہو: امام محمد کی وجہ سے مذہب حنفی کی جڑیں مضبوط ہوئیں کیونکہ انھوں نے ان اس حدیث
عفی مسائل کا استدلال کیا جن پر وہ اور امام ابو یوسف اعتقاد کرتے ہیں۔ اور یہ چیز ان فقہاء
محدثین کے لئے معاون ثابت ہوئی جنھیں حدیث سے دل چسپی اور لگاؤ ہے۔

ملاحظہ ہو: انھوں نے فقہ اہل الرائے و عراق اور فقہ اہل حجاز کے مابین امتدال کی راہ پیدا
نے کی کوشش کی۔ یہ چیز دونوں مکتب فکر کے لئے کار خیر ثابت ہوئی۔

حقوق تو یہ ہے کہ انھوں نے ان تمام لوگوں سے استفادہ کیا جس کسی کا بھی حق سے تعلق
ہو۔ ان کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ وہ بار بار منامات کے پاس بار بار جاتے تاکہ وہ ان کے
املاات کی باریکیوں کو سمجھ سکیں اور یہ معلوم کر سکیں کہ وہ انھیں کیسے چلاتے ہیں۔

زبان کے سلسلے میں کسائی کے یہاں وہ بار بار جاتے، چنانچہ دونوں شخصیتوں نے ایک
سرے سے استفادہ کیا۔ کسائی نے ان سے فقہ کا درس لیا اور انھوں نے کسائی سے زبان کے
املاات دریافت کئے۔

منازعی اور سیر کے لئے واقف کی خدمت میں حاضری دی اور واقف ہی نے ان سے فقہ کی
مہم حاصل کی۔

یہی مذکورہ بالا مصادر ہیں جن سے انھوں نے استفادہ کیا، لیکن میرا یہ دعویٰ ہرگز نہیں
کران کے علاوہ اور ان کے مصادر و مراجع نہیں ہیں ان کے شیوخ پر نظر ڈالنے سے یہ بات واضح
جاتی ہے کہ انھوں نے متعدد مصادر و مراجع سے استفادہ کیا ہے، جن کا استواء ممکن نہیں ہے اسی
دوران کی مختلف کتب کا جائزہ لینے کے بعد یہ دلیل فراہم ہوتی ہے کہ ان کے مصادر میں حدودی و تہذیبی

۱۔ تالیفات محمد بن حسن

القسم الاول: اصول حدیث سے متعلق کتب درج ذیل ہیں، کناب الامم، البسوط، الجامع الصغير، الجامع الكبير، الروایۃ، اہل البدینۃ، الزیادات، السیر الصغیر اور السیر الکبیر۔

مذکورہ کتب کے موضوع کو اصول اور نظام الروایۃ دونوں کہا جاتا ہے، کیونکہ ان کی روایات جو محدث سے ہیں وہ ثقافت سے متعلق ہیں جو روایات ان سے ثابت ہیں وہ متواتر ہیں یا مشہور۔

محقق ابن ابی عمیر حاج العلی نے "المفیزۃ" کے باب "التسبیح" کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ محدث نے اکثر کتب کو چھوڑ کر البرکات کو مٹایا اور ان تمام کتب کے عنوان میں "الکبیر" تھا۔ کیونکہ یہ چیز تصنیف محکمہ جہ تھی مثلاً: "الصارفۃ الکبیر"، "المزارعۃ الکبیر"، "الماذون الکبیر" و "الجامع الکبیر" اور "السیر الکبیر"۔

القسم الثانی: کتب غیر نظام الروایۃ اسلئے پہلی قسم کے مقابلے میں کہیں مثلاً: "الاکتساب فی الزرق"، "الستطاب"، "الجوانیات"، "الرقیات"، "الکیسانیات"، "مشرقات الشیبانی" اور "الہارونیات"۔

مذکورہ کتب اسلئے غیر نظام الروایۃ کہی جاتی ہیں کیونکہ قسم اول کی طرح یہ محدث سے ثابت نہیں ہیں۔

قسم اول کی کتب کا تعارف کرایا جائے گا جہی کا متعلق فقہ حنفی سے ہے یہی وجہ ہے کہ علماء کرام نے اس پر خصوصی توجہ برتی ہے، ان کی شرحیں لکھی گئیں، ان سے مسائل نکالے گئے، ان کے اصولوں کو حسبوطی سے پکڑا اور ان کے فروعی مسائل سے بخوبی واقف ہو گئے، چوتھی صدی کے اوائل میں ابو الفضل محمد بن محمد بن احمد المرزوقی جو الحاکم الشہید کے نام سے مشہور ہیں انھوں نے "الکافی" کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی جس میں محمد بن حسن کی پہلی قسم کی تمام کتب کی چیزوں کا ذکر کیا، اور ہر مسئلہ کو حذف کر دیا کیونکہ ایک ہی مسئلہ کو وہ اپنی کتاب میں چند جگہوں پر ذکر کرتے تھے۔

شمس الدین غفری نے اپنی کتاب "البسوط" میں "الکافی" کی شرح لکھی۔ اصول مسائل

احوال کے دلائل کے باب میں اس سے استفادہ کیا، اسی طرح مسائل کے سلسلے میں غیاث کی جو منقحات صورتیں ہیں ان سے بھی فائدہ اٹھایا۔ البسوط کے اندر جو چیزیں مذکور ہیں حاجت کا درجہ رکھتی ہیں۔ اسی لئے طبرسی کا یہ قول صداقت پر مبنی ہے کہ اس کتاب میں جس چیز کی مخالفت کر دی جائے پھر اس پر عمل کرنا ممکن نہیں رہ جاتا۔ صرف اسی پر اعتماد کیا جائے گا اور اسی کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

محمد بن حسن کی موجودہ اور معدومہ کتب کو تین حصوں میں منقسم کیا جاسکتا ہے۔
(۱) مطبوعہ (۲) منظرہ (۳) اور مفقودہ۔

ظاہر الروایت کی تمام کتب مطبوعہ ہیں

کتاب الآثار: اس میں امام اعظم سے مرفوعہ، موقوفہ اور مسند اماریت نقل کی گئی ہیں۔ زیادہ تر جابر بن نفیس سے مروی ہیں، اور اس میں امام ابو حنیفہ کے علاوہ دوسرے بیس شیوخ سے روایت کی گئی ہیں، موضوع کے اعتبار سے یہ کتاب بہت مفید ہے۔ شیوخ کرام کی اس کی روایات پر جرحی توجہ دی ہے اور انہوں نے اس سے اپنے اثبات میں بھی غامضی مدح حاصل کی ہے۔ اس کتاب کے رواق کے بارے میں حافظ ابن حجر نے الاثر بمرقۃ رواق الآثار کے عنوان سے ایک کتاب تصنیف کی ہے۔

یہ کتاب اپنی بیشتر روایات کی رو سے البروسف کی کتاب الآثار سے مشابہ ہے اور یہ دونوں کتابیں امام اعظم کے لئے مسند ہیں اور مذہب حنفی کی تائید و توثیق کے لئے یہ دونوں کتابیں غیر معمولی درجہ رکھتی ہیں۔ دونوں میں بے شمار ایسے مسائل اور فتاویٰ ہیں جو نص سے بیان کئے گئے ہیں اور ان کی مطہیں بھی بیان کی گئی ہیں، پھر ان پر قیاس کیا گیا ہے، اور فروعیات، اصولوں کی بنیاد اور وضع قواعد کبھی بحث کی گئی ہے۔

عبدالحی لکھنوی نے اسے ۱۳۳۷ء میں شائع کیا۔ ۱۳۳۷ء میں اردو ترمیمات کے ساتھ لاہور سے شائع ہوئی تھی۔

الاصول فی الفروع (البسوط)

امام ابو حنیفہ کے بارے میں یہ بات کہی جاتی ہے کہ یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے فقہ کو عدول کیا۔ انہوں نے متعدد عظیم کتابیں تصنیف کیں اس کے بعد ان کے اصحاب نے ان کے اس طرز کو اپنایا۔ اور اس موضوع پر بے پناہ کتابیں تصنیف کیں۔ کچھ اس میں اختلاف ہے، کچھ کی کی، کچھ چیزوں کو آگے بڑھے کیا۔ چنانچہ اسے نہایت سلیقے سے ترتیب دیا اور اپنے امام ابو حنیفہ کے اصولوں پر چل کر فرومیات تک گئے۔ چنانچہ امام محمد بن حسن نے خصوصی طور سے اس موضوع پر بڑے اہم کام کئے اور مختلف فرومیات کو موضوع بحث بنایا۔ چنانچہ انہوں نے نو سو سنانوے کتابیں دینیات کے موضوع پر تصنیف کیں۔ ان کے انتقال کے بعد علماء کرام نے ان کی کتب پر توجہ مرکوز کی۔ اور ان کی شرحیں لکھیں۔ خصوصاً اس کتاب کی۔

۔ الاصل منہایت مبسوط کتاب ہے، دیگر کتابوں کے مقابلے میں زیادہ عظیم، اہم اور جامع ہے۔ درحقیقت یہ ایک ایسا سند ہے جس کے ساحل کا پتہ نہیں، اس میں پہلے ایک مسئلہ کو ذکر کیا جاتا ہے اس کے بعد اس کی بے شمار جزئیات پر بحث کی جاتی ہے چنانچہ اس کے مباحث ایک معلم کی دسترس سے باہر ہوتے ہیں اور وہ اس کو سمیٹنے سے عاجز رہتا ہے۔ اس کی طرف مزنی نے اس وقت اشارہ کیا جب اہل عراق نے ان سے سوال کیا، وہ فرماتے ہیں کہ خطیب کے بیان کے مطابق وہ تمام ائمہ سے زیادہ جزئیات میں آگے والے ہیں۔

ایک خیال یہ ہے کہ اس کتاب کا مطالعہ کرنے والا مولف کی تحریر میں غلطیوں کی
وہابی نظری اور ایک ہی مسئلہ سے بے شمار مسائل کی تخریج کو دیکھ کر ششدر رہ جائے گا۔
وہ ایک مسئلہ سے متعدد مسائل پیدا کرتے ہیں یہ

مکتشف الظنون میں اس کتاب کے متعلق یہ الفاظ آئے ہیں کہ امام محمد الشیبانی
کی کتاب مبسوطہ جس کو انھوں نے تنہا تالیف کیا ہے۔ اس میں پہلے مسائل
صلوٰۃ سے بحث کی جس کے لئے باب کتاب الصلوٰۃ قائم کیا مسائل پنج کو مکتوب
الوصیۃ کے تحت ذکر کیا گیا اور اسی طرح ایمان اور اگر اور ظہار خیال کیا گیا۔

محمد بن اسحاق الندیم نے اپنی فہرست میں یہ ذکر کیا کہ اصل کتاب الاصل
۶۶ کتابوں پر مشتمل ہے۔

انھوں نے جو اس کتاب کے مقدمہ میں کتاب اجتہاد الرأی کے متعلق ذکر کیا
ہے غالباً یہ ایک مستقل کتاب ہے کیونکہ اس کا الاصل میں ذکر نہیں ہے۔ اور نہ ہی
مختصر الامام الشیبانی میں ہے

اس کتاب کی اہمیت اور علوم و فنون کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ امام
شافعیؒ نے اسے حفظ کیا اور اس کے طرز پر امام احمد بن حنبلؒ نے تصنیف کیا۔

اس کتاب کی برکت کا یہ عالم ہے کہ جب اہل کتاب کے کسی حکیم نے اس کتاب
کا مطالعہ کیا تو اسلام لے آیا اور یہ تاثر ظاہر کیا کہ جب محمد کی کتاب الاصل کا یہ حال ہے
تو ان کی کتاب الاکبر کا کیا حال ہو گا۔

یہ کتاب چھ جلدوں پر مشتمل ہے اور ہر جلد پانچ سو صفحات کا احاطہ کرتی ہے
ہے محمد بن حفصؒ آپ کے شاگرد کی روایت کے مطابق اور ابن عابدین کا قول

۱۔ مقدمہ الاصل ۲۰ جے کشف الظنون ۱۵۵/۲۔

۲۔ فہرست قدیم ص ۳۱-۳۲ جے مقدمہ المبسوطہ ص ۳۰۔

۳۔ بلوغ الامانی ص ۶۹۔

ہے میں جانتا ہوں کہ مبسوط جو محمد سے مروی ہیں اس کے متعدد نسخے ہیں جن کا ذکر ابو سفیان الجوزجانی کی "مبسوط" میں ملتا ہے۔ اسی طرح ابو سلیمان الاصلی کے دوسرے راوی ہیں جن کا ذکر محمد بن ساعد التیمی اور ابو حفص الکبیر بخاری نے کیا ہے۔ اور یہی وہ کتاب جس کی وجہ سے ابو الحسن بن داؤد اہل بصرہ پر نظر کیا کرتے تھے۔

کتاب میں ان کی بحث کا انداز یہ ہے کہ وہ فروغ کو ابو حنیفہ اور ابو یوسف کے طرز پر بیان کرتے اور اسی کے ساتھ مسائل میں اپنی رائے بھی پیش کرتے ہیں اور وہاں پر دلائل بیان نہیں کرتے ہیں جہاں پر انہی کے اہل طبقہ کے جمہور علماء کی جانب سے بطور دلیل کے احادیث پیش کی گئی ہوں اور ان مسائل پر وہ دلائل پیش کرتے ہیں جہاں ان کی نظر سے دلائل پوشیدہ رہ گئے ہوں۔ یہ کتاب تحلیل فقہی سے خالی ہے۔

اس کتاب کے چار اجزاء ^{۱۳۳} میں حیدرآباد کے پریس "مجلس دارالترغی و الترغی" شائع ہو چکے ہیں اور جزو رابع کا خاتمہ "باب جنایۃ العبد علی الحر و عداہما علی صاحبہ" پر ہوا ہے۔ یہ اجزاء ابو الوفا الافغانی کی نگارانی میں شائع ہوئے۔
عبد الرحیم بن ابی عصام البغنی نے اس کا اختصار کیا ہے۔ اور اس کا اصل مخطوط ترکی کے اندر "جلدائے" میں موجود ہے جس کا نمبر ۸۷ ہے۔
الجامع الصغیر اس کتاب پر مفصل بحث انشاء اللہ مقالہ کے چوتھی فصل میں آئے گی۔

الجامع الکبیر محمد بن حسن کے بعد آنے والے تمام علماء نے اس کتاب کی خصوصیات پر بڑی تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ وہیں نے طلوسی سے اور انہوں نے مرواس سے روایت کی ہے کہ میں نے محمد بن عثمان سے کہتے ہوئے سنا کہ "الجامع الکبیر" میں محمد بن حسن کی ^۱ رسم التفتی، ص ۱۷۔ ^۲ بلوغ الامانی، ص ۶۱۔

۱۔ ایضاً، ص ۶۱۔ ۲۔ اس فصل سے بھی کتب محمد کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔
۳۔ مناقب ابی حنیفہ و اصحابہ، ص ۵۶-۵۷۔

حیثیت اس احسان جیسی ہے جس نے ایک گھر بنایا، زمین دیار کیا اور اسی زمین کے فروغ
گھر کے اوپری حصہ پر جا کر گھر کی تعمیر مکمل کی اور نیچے اتر آئے اور زمینوں کو گر لو یا اور لوگوں
سے کہا کہ تمہاری ذمہ داری یہ ہے کہ اس کے اوپر چڑھو۔

اس کتاب اور شیخ کے اندر ایسی برکت تھی کہ جو لوگ اس کا مطالعہ کرتے
ضرورتاً انہیں ہدایت اسلام نصیب ہوتی، لوگوں نے اس کی حیرت انگیز زبان اور ترکیب
پر اظہار خیال کیا ہے الملک عیسیٰ ابن الملک العادل الایوبی نے روایت کی ہے
کہ بعد کے ایک یہودی نے محمد بن حسن کی ۱۲ جامع الکبیرہ طلب کی اور طے کرنے کے بعد فرمایا
کہ کیا کسی نے دین اسلام پر اتنی اچھی بحث کی اور کیا کسی نے مسائل کی نزاکت کو اس
انداز سے دیکھا ہے چنانچہ انہوں نے اس کا مطالعہ اپنے لئے لازم قرار دیا اور بتلایا کہ
یہ تمام چیزیں کسی نبی ہی سے منسوب کی جاسکتی ہیں اور میں اس کا گواہ ہوں کہ یہ نبی
برحق تھے اور بعد میں تسلیم حقانیت کے بعد مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ یہ وہ آخر میں الایوبی
نے کہا کہ یہ محمد بن حسن کی کارناموں کا نتیجہ ہے۔

اس کتاب کے قارئین کے لئے کچھ علوم کا حامل ہونا ضروری ہے۔ ایک نئے کتاب
عزیز کا دوسرے آثار ہمیں سے فقرہ چوتھے نحو، پانچویں زبان اور چھٹیں حساب کا۔ اور جو
شخص ان علوم کا حامل نہیں ہوگا وہ اس کی اہمیت کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ تخریق تقلید
کرنے کے لئے۔

محمد بن حسن نے دوبارہ جامع الکبیرہ کو لکھا، پہلی بار تصنیف کیا تو ان سے ان
کے اصحاب ابو حفص الکبیر، ابو سلیمان الجوزجانی، ہشام بن عبید اللہ الرازی، محمد بن
سعادہ ان لوگوں نے ان سے روایت کی۔ اس کے بعد اس پر نظر ثانی کیا تو کچھ ابواب کے
امضافہ کئے۔ مسائل کی تعداد بڑھ گئی اور مختلف جگہوں پر عبارت کے الجہاد کو دور کر کے

اس میں حسن پیدا کیا اور معافی میں امتداد اس کے بعد ایک بار پھر ان کے اصحاب نے روایت کی۔ الجامع الکبیر فقہی استدلال سے خالی ہے اس میں کتاب وصفت سے دلیل ماخوذ نہیں ہے اور نہ ہی قیاس کو بہت واضح انداز بتایا گیا ہے، لیکن جہت ہر باب کے مسائل پر غور کیا جائے گا اور مسائل کی جزئیات و تفصیلات کا نتیجہ کیا جائے گا تو بین السطور قیاس نظر آئے گا قیاس کو تفصیلات اور فرومیات کی تمہوں میں تلاش کیا جاسکتا ہے انھوں نے قیاس کی بنیاد نص پر نہیں رکھی ہے بلکہ

یہ کتاب نہایت اہم مسائل پر مبنی ہے اور اس کا انحصار عمیون روایات اور متون روایات پر ہے۔ یہ جامعیت ایک بین مثال ہے۔ اس کے باب میں ائمہ شجاع فرماتے ہیں کہ فقہ کے موضوع پر کسی نے اب تک ایسی کتاب تصنیف نہیں کی۔ امام ابو بکر رازی اس کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کتاب کے بعض مسائل کو دیکھئے تو اہل نحو کی بعض اہم بحثیں ان میں نظر آتی ہیں۔ جنہر ابو علی غازی کو حیرت ہے۔ اہل کتاب نے بہت سے نحوی مسائل کو اس میں ذکر کیا ہے بلکہ

امامی العوام نے تحفہ کی سند سے روایت کی ہے کہ انھوں نے زبان جریمان کے لحاظ سے اس کتاب کی غیر معمولی تعریف کی ہے بلکہ

علامہ شریف الدین بن عید اللہ نے فی الموصل سے ماہ محرم میں ۶۱۵ھ کو قاضی شرف الدین بن عین کی خدمت میں لکھتے ہوئے یہ فرمایا کہ میں ایک طریقہ مصر سے محمد بن حسن کی الجامع الکبیر پر غور و خوض کر رہا ہوں۔ اس کی کچھ چیزیں میرے دل پر نقش ہو گئی ہیں، یہ ایک عجیب و غریب کتاب ہے۔ اس کی مثال ملکی مشکل ہے اس میں مشکل ترین سوالات کے گئے ہیں اور ملک مظہر حسنی بن ملک مدوں کی اجل ان کے جوابات دیئے گئے ہیں۔

یہ کتاب فقہاء کی آراء کے لئے میزان کی حیثیت رکھتی ہے فقہیں ان کی ذہانت و
زکاوت اور مسائل میں ان کے مابین جو اختلافات موجود ہیں ان کا بھی اس کتاب کے اذکار
کیا جا سکتا ہے جمہور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ انھیں عربی زبان پر پورا عبور حاصل ہے
اور اسلوب بیان میں بھی اس کا وہی مقام ہے جو کہ فقہ میں۔

یہ کتاب متعدد مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔ ۱۳۵۶ھ میں قاہرہ مصر کے شائع ہوئی اور ۱۳۵۷ھ
میں حیدر آباد ہندوستان سے ابوالوفاء الغسانی کی نگرانی میں شائع ہوئی۔

۵۔ الحجۃ علی اہل المدینۃ: علامہ الروایۃ میں اسے حدود جہ شہرت ماحصل ہے
جب کہ علامہ کرام نے اس پر اظہار خیال نہیں کیا ہے۔ اس کا عنوان المطبوع للبینۃ علی
اہل المدینۃ۔ یہ استقبال کے مکتبہ سرسید میں منظر طبع کی شکل میں موجود ہے، جس کا
نمبر ۲۵۲ ہے۔

اس کتاب کا سبب تالیف یہ ہے کہ محمد بن حسن جب امام مالک بن انس کے سماع
حدیث کے لئے مدینہ روانہ ہوئے تو دارالجموۃ کے سامنے ان کے ساتھ تین سال قیام کیا اور
وہاں پر ان سے اور ان کے علاوہ دیگر علماء سے روایت کی اور بہت سے علماء سے مناظرہ کیا
اور نہایت اعلیٰ طرز پر ان کے خلاف دلائل پیش کئے اور ان دلائل کو کتاب الجموعہ کے
نام سے جمع کیا اور جب عراق واپس گئے تو ان کے بہت سے تلامذہ نے ان سے روایت کی
اور ان ہی سے ان کی روایت کی بنیاد پر یعنی ابن ابی ابان کو حدود جہ شہرت ملی۔

اسی کتاب کی روایت امام شافعی نے اپنی کتاب الام میں روایت کی ہے اور
اس پر تعلیقات پیش کی ہیں اور امام اعظم کی جس کتاب کو محمد نے نقل کیا ہے ان پر امام شافعی
نے مناقشہ کیا ہے اور اسی طرح اہل مدینہ کی آراء پر اظہار خیال کیا۔

یہ کتاب ہندوستان میں حیدر آباد کے پرنس "العارف الشرقیۃ" اجٹاٹار سے

۱۳۸۹ھ میں ترتیب و تصحیح اور محمدی حسن گیلانی قادری کی تعلیق کے ساتھ شائع ہوئی
۱۹۶۵ء اس کی طباعت ابو الوفاء الافغانی کے زیر نظر عمل میں آئی۔ یہ کتاب مکتب الیسویعہ کے مکتب
سراجاواقی ضمن المکتبہ پر شتم ہوئی ہے۔

کن کے نام شکر گاہ ہے کہ لوگوں کو اس خطوط کے تمام نسخے غیر مکمل ملے، لوگوں نے
ان میں عدم شافعی کی کتاب الام سے لٹانے کے جس میں انہوں نے محمد بن حسن پر
تحقیق کی ہے۔

۶۔ الزیادات: اس کو محمد بن حسن نے جامع الکبیر کے بعد تصنیف کیا: "الجامع الکبیر" کی
تالیف سے فراغت کے بعد اس کتاب میں بہت سی ایسی فروع کا ذکر کیا جو "الجامع الکبیر"
میں نہیں ہے اور اس کو "الزیادات" کے نام سے منسوب کیا۔

یہ نہایت جامع کتاب ہے جو سات المواب پر مشتمل ہے۔ "الجامع الکبیر" میں جو چیزیں
اُن سے روکی تھیں ان کو اس میں سمودیا۔ یہ ان کی تصانیف میں ایک گراں قدر اہمیت
کی حامل ہے۔

علماء کرام اسے نوادر میں شمار کرتے ہیں اور بعض علماء نے اسے "ظاہر الروایۃ سے متعلق
کتب میں شامل کیا ہے۔ اہل علم نے اس کی شرحوں پر کافی توجہ مبذول کی ہے یہ کتاب
محمد بن حسن سے مروی کتب میں اعلیٰ مقام کی حامل ہے۔ اور جن لوگوں نے اسے "نوادر میں
شامل کیا ہے وہ مناسب نہیں ہے۔ اس قول سے شروع اس کی تائید ہوتی ہے کہ نہ صرف
نے "نوادر" کی شرح بیان نہیں کی ہے۔ علماء کرام کو نوادر اور اس کے اصولوں کا علم نہیں

الترتیب والشرح

علماء کرام نے الزیادات کو ترتیب دیا، اس کی شرحیں لکھیں اور اس پر تعلیقات
درج کیں۔

۱۔ مقدمۃ الطبع، ص ۲

۲۔ مقدمۃ الطبع شرح شرح النکت، ص ۸۔

۳۔ ایضاً، ص ۸۔

۱۔ محمد الدین سلیمان دہب المتقی بات ۷۷۷ھ اور استنبول کی لائبریری الفاتح میں اس کے نمبرات ۱۵۵۹/۲/۱۵۵۹ کے تحت پائے جاتے ہیں اور اس پر محمد بن محمود محمد السیدی الزرقانی (ت ۷۷۷ھ) نے اس پر تعلیق لکھیں۔ اس کا عنوان ”ملاک اللغات فی شرح الزيادات“ ہے جو حوزہ لولہ لائبریری میں نسخہ ذیل نمبر ۲/۱۲۲ کے تحت موجود ہے۔

الشرح

مستند ملانے اس کی شرحیں لکھیں۔

- ۱۔ احمد بن محمد العتالی (ت ۷۷۷ھ) نے شرح الفاتح پر پر حواشی لکھیں اور حیدر آباد ہندوستان کے رئیس الجہۃ نشر العلوم الاسلامیہ سے ۱۳۳۱ھ میں شائع ہوئی۔
- ۲۔ فخر الدین الحسن بن منصور بن محمود الازہندی قاضیوں نے جو شرح لکھی تو انہوں نے زیادہ تر احمد الدین سلیمان بن دہب کی ترتیب پر کیا۔ یہ جرمنی کے شہر برلن کے کتب خانہ میں نمبر ۱۱۱ کے تحت موجود ہے۔ اور استنبول کی لائبریری الفاتح میں نمبرات ۷۷۷/۲/۷۷۷ اور ۷۷۷/۲/۷۷۷ کے تحت پائی جاتی ہے اور ہندوستان کے شہر بنکسور کی لائبریری میں نمبر ۵۹۳ کے تحت ہے۔
- ۳۔ فیاد اللغات: الزيادات فراغت کے بعد اس کی تالیف کی۔ اس میں دو سرفروغ کا ذکر کیا ہے اس سے جموں گئی اور ایک ملاحدہ چیز ہو گئی۔ جیسا کہ قاضی جان نے اپنی شرح میں اس کا ذکر کیا ہے۔

ابوالوفاء بخاری نے شرح کی معروف شرح النکت کی تحقیق کرتے ہوئے بتایا کہ اس کے کسی اور نسخے کی دریافت نہیں ہوئی۔ لیکن فواد سرکین نے اس کے تین اور نسخوں کی جانب متاریخ التراث العربی میں اشارہ کیا ہے۔ اس کا ایک نسخہ آئرلینڈ کے شہر

۱۔ تاریخ التراث العربی ۵۵-۵۴/۲۔ ۲۔ ایضاً: ۵۵/۲۔

۳۔ ایضاً: ص ۵۵۲۔ ۴۔ مقدمہ کتاب النکت، ص ۱۔

۵۔ مقدمہ الطبع کتاب النکت، ص ۲۔

ترشستر مبنی میں نمبر ۱۹۸۷ء کے تحت موجود ہے۔ دوسرا استنبول کی قرۃ العین سلاٹیری فہرہ ۱۹۸۸ء کے تحت پایا جاتا ہے اور تیسرا سجود لولہ میں نمبر ۱۸۵ کے زیر تحت موجود ہے۔ اے عالم کلام نے اس کی شرحیں لکھی ہیں۔

۱۔ اس کی ایک شرح محمد بن احمد الشریعت (ت ۴۸۲ھ) نے الکنت کے نام سے تحریر کی ہے جس کو ابو الوفا افغانی نے حیدرآباد سے ۱۳۷۳ھ میں شائع کیا ہے۔

۲۔ احمد بن محمد المتالی (ت ۵۸۹ھ) نے الکنت پر حواشی لگائے ہیں اسے ابو الوفا افغانی نے حیدرآباد سے ۱۳۷۳ھ میں شائع کیا ہے۔

۸۔ السید الصغیر بن محمد بن حسن مالیر الکبیر نے قبل اسے تالیف کیا، اصل کتاب محمد بن احمد شریعت کی شرح میں موجود ہے اور یہ شرح مخطوط کی صورت میں استنبول کی لائبریری حنفیہ اکتھدی میں ۱۹۵۸ء کے تحت موجود ہے۔

مالیر الصغیر کو امام محمد بن حسن نے البریلوسٹ سے روایت کی ہے۔ بلکہ تمام چیزیں جو مالیر الصغیر میں موجود ہیں وہ البریلوسٹ ہی سے مروی ہیں۔

کتاب کا موضوع احکام جہاد ہے کہ کیا چیزیں اس میں جائز ہیں اور کیا چیزیں ناجائز، صلح کے حدود کو کب توڑنا جائز ہے اس پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے، احکام امان، غنائم، فدیہ اور استرقاق وغلام کا مالک ہونا، پر مباحث موجود ہیں اور ان کے علاوہ ان چیزوں کی حرمت بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ کون سی چیزیں جنگ پر آمادہ کرتی ہیں اور کون سی چیزیں جنگ کرنے سے منع کرتی ہیں۔

۹۔ السید الکبیر بن محمد بن حسن کی فقہ کے موضوع پر دوسری کتاب ہے، اس کی تالیف کا سبب یہ ہے کہ ان کی کتاب السیر الصغیر، عبدالرحمن بن عمرو الاوزاعی (اہل شام کے عالم) کے ہاتھ لگی تو انھوں نے یہ تحقیق کی کہ اس کا مولف کون ہے؟ تو انھیں یہ بتایا

گیا کہ یہ محد عراقی کی ہے، انھوں نے کہا کہ اس سے عراقی کا کیا تعلق ہے اور اس موضوع پر انھیں تصنیف کی کیا ضرورت ہے؟ کیونکہ انھیں سیر و سفاری رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا علم نہیں ہے۔ آپ کے صحابہ کرام کا تعلق شام اور حجاز سے تھا نہ کہ عراق سے، یہ ایک بالکل نئی چیز ہے، جب یہ خبر محمد کو معلوم ہوئی تو آپ ان پر حد و حدیث نازل فرمائی اور خود کو فارغ کر کے اس کتاب کو تحریر کیا۔ اور اس کے بعد امام اوزاعی نے اسے بطرحہ اور یہ تاثر دیا کہ اگر اس میں انھوں نے احادیث کو جمع نہ کیا ہوتا تو میں یہ کہنے سے باز نہ آتا کہ انھوں نے اسے گلوہ کو پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے امام اوزاعی کو صحیح بات کہنے پر مجبور کر دیا، اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں سچ کہا ہے کہ وہ فوق کل شیء علیہ السلام

غرضی کے بیان سے دو چیزیں سامنے آتی ہیں ایک تو یہ کہ تالیف کے لحاظ سے کتاب السیر الکبیر محمد بن حسن کی کتابوں میں سے دوسری کتاب ہے اور دوسرے کہ اس کا سبب تالیف صرف اوزاعی کا وہ انکار ہے کہ اہل عراق کی سیر کے موضوع پر کتب ایسی نہیں ہیں نیز اوزاعی کا سیر الکبیر کو لغو و بطلان یہاں مناسب سمجھتا ہوں کہ قدرے ان دونوں پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے۔ پہلا پہلو تو وہ بالکل واضح ہے کیونکہ کسی نے اس کی روایت ان سے نہیں کی ہے جس کی طرف ابو حفص الکبیر احمد بن حفص نے اشارہ کیا ہے کہ انھوں نے اس کی تکمیل کے فوراً بعد عراق کو خیر باد کہہ دیا تھا۔ اس کی روایت ان سے ابو سلیمان جوزجانی اور اسماعیل بن توبہ نے کی ہے۔ اور ان لوگوں نے کہا کہ اسے محمد بن حسن نے اس وقت لکھا جب کہ ان کے اور ابویوسف کے مابین اختلافات پیدا ہو گئے تھے۔ اس کا ذکر انھوں نے کتاب میں نہیں کیا ہے۔

ابا دوسرا پہلو یہ کہ اس کی تالیف کا سبب اوزاعی کا انکار ثابت ہو اور تالیف کے بعد انھوں نے اس کا مطالبہ کیا تو یہ چیز تاریخی اعتبار سے ناقابل قبول ہے کیونکہ اوزاعی کا

انتقالِ عہدہ میں ہوا اور امام محمد بن حسن کی پیدائش ۱۳۲ھ میں ہوئی اور ۱۹۱ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ اس طرح یہ ہوا کہ عہدہ سے قبل محمد بن حسن نے اپنی تمام کتب تالیف کیں یعنی ۲۵ سال سے قبل یہ بات ناممکن اس لئے ہے کہ سن ابتداء تالیف کے لئے سن انتہا ثابت ہوا مگر ہم اسے تسلیم کر لیں کہ انھوں نے یہ کتاب امام اوزاعی کی زندگی میں تصنیف کی تو تاریخی حقائق اس کا انکار کریں گے کیونکہ راوی حضرات کا ہجو اس عہد میں نہیں ملتا مثلاً ابو جعفر الکلبی اس عہد میں نہیں تھے۔ متن سے یہ واضح ہے کہ اس کی تصنیف اس وقت عمل میں آئی جس وقت ان کے اور یوسف کے مابین دوری تھی اس کی دلیل یہ ہے کہ بادشاہ کے حضور محمد بن حسن اس وقت جانے کے لائق نہیں تھے، بادشاہ کے یہاں ان کی آمد و رفت سن بلوغ کو پہنچنے کے بعد ہوئی، اور اس کے بعد انھوں نے ابو یوسف اور دوسرے علماء کے علم سے خوب استفادہ کیا۔ واللہ اعلم بالصواب کوثری نے بلوغ الامانی میں ذکر کیا ہے کہ شیبانی کی اس تصنیف کے منظر عام پر آنے کے بعد ابو حفص الکلبی بخاری واپس لوٹے اور ان کی روایت صرف روافۃ بغداد مثلاً جوزجانی، اسماعیل بن قتب، قزوینی، نکدی، محمد وریقیہ

یہ کتاب محتاج تعارف نہیں ہے، مؤلف نے اسے ساتھ ابواب پر تقسیم کیا ہے کتاب کا موضوع جنگی امور سے متعلق ہے، مثلاً جنگ میں مشرکین کے ساتھ کیا برتاؤ ہوگا جنگ کے احکام کیا ہیں؟ بیچ پوچھے تو اس کی بین الاقوامی قانون کی حیثیت ہے کیونکہ اس میں یہ ہمیشہ ہے کہ مسلمانوں کا جنگ کے وقت کیا نقطہ نظر ہونا چاہئے، لیکن افسوس صد افسوس کہ محمد کا اصل متن قائل ہے اس لئے اس کی طرف رجوع کرنے سے بہت گھر ہیں۔ آج ہمارے سامنے اس کا صرف وہ حصہ موجود ہے جس کی روایت شری نے اپنی جیل کی یادداشت میں کی ہے کچھ شری کی شرح السیر الکبیر حیدر آباد میں دائرۃ المعارف عثمانیہ

۱۔ ابو یوسف یا زید و صحابہ و کبار، ۲۱۳-۲۱۵، ۱۵۲، البلوغ المکثر، ص ۶۳۔

۲۔ مقدمہ شرح الشری، ص ۱۲-۱۶، بلوغ الامانی، ص ۶۳۔

ثانی۔ دوسری قسم میں غیر ظاہرۃ الروایت سے متعلق کتابیں

۱۔ الامالی: امالی کا ایک جزو جو ان کے شاگرد سلیمان بن شعیب الکسانی (ب ۲۷۷ھ) کی روایت سے ہے شائع ہو چکا ہے۔ یہ حیدرآباد کے پرنس "داۃ المعارف عثمانیہ" سے ۱۳۶۶ھ میں شائع ہوا۔ یہ امالی کا ایک مختصر جز ہے جو غصب، دعوئی، مراءجہ، البیوتہ طلاق، کفالت، حوالہ، شرکت، ویت، غلام، جس کی تجارت کی اجازت، ہواوران کے علاوہ بہت فائدہ بخش مسائل پر مشتمل ہے اور اس کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ مسائل کو نہایت اچھے انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ قدرے غور کے بعد طالب علم بآسانی سمجھ جائے گا اور گزشتہ صدیوں میں علماء کرام کے توسط سے جو علوم فقہیہ اور فنیہ عصر یہ کی تدوین ہوئی ہے طلبہ ان سے استفادہ کر سکیں گے۔

اس ۱۔ امالی میں محمد بن حسن بڑے حیرت انگیز مسائل سے بحث کی ہے اور انہیں پر فہمی اصول اور فروع کی بنیاد ہے، شیخ عبدالرحمن یحییٰ اور حبیب عبداللہ حضری کی نظر کے بعد یزید یطباع کے آرا سے ہوئی۔

۲۔ العقیدۃ: اس کا تعلق محمد بن حسن سے قائم کرنا بھی محل نظر ہے۔ پہلی بار ۱۲۷۵ھ میں قاہرہ سے شائع ہوئی۔ فرادسزکین نے اپنی کتاب میں اس کی دو شرحوں کا ذکر کیا ہے۔

۳۔ (امت) محمد بن عبداللہ بن عبدالرحمن بن محمد الشافعی القاضی بجلونی (ب ۷۶۷ھ) نے اس کی شرح بعنوان: "شرح المسانی فی شرح العقیدہ" کی پیرس میں اس کا مخطوط نمبر ۳۸۰ کے تحت موجود ہے اور پرنس میوزیم میں مخطوطات شرقیہ کے تحت ۳۲۷۳ پر ہے۔ اور استنبول کی رشید لائبریری میں ۲/۱۶۱ کے تحت موجود ہے۔

۴۔ (اب) دوسری شرح علوان علی بن عطیر بن حسن الحموی (ب ۷۳۶ھ) کی بعنوان: "بیان

السانی فی حقیقة الشیعیانی ہے۔ اس کا مخطوط جرمنی کے شہر برلن میں ۱۹۳۵ء کے تحت مجدد ہے۔ شام کی لائبریری السلاسل الوطنیہ میں ۳۶۶۲۱ نمبر کے تحت موجود ہے۔

(۳) الکسب: اس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ اس کی تکمیل سے قبل آپ کا انتقال ہو گیا، لوگوں کا ان سے مطالبہ تھا کہ الورع کے موضوع پر ایک کتاب تالیف کریں تو انہوں نے کہا کہ میں نے مالیرع کے موضوع پر تالیف کر دی ہے۔ کیونکہ ہر تاجر اپنی تجارت کو خوش اسلوبی سے انجام دینا چاہتا ہے لیکن جب لوگوں کا زیادہ اصرار ہوا تو انہوں نے اس موضوع پر قلم اٹھایا مگر آخر سس کہ تکمیل سے قبل ہی ان کی روح فقہ حنفی سے پردہ اڑ گئی، شمس الارضی نے کتاب الکسب کی شرح لکھی ہے اور اسے حدووس نے قاہرہ سے ۱۹۳۳ء میں شائع کیا۔ اس کا خلاصہ ابو عبد اللہ محمد بن سہاوی بن عبد اللہ التیمی (۲۲۳ھ) نے بمنوال "الاکتساب فی الرزق المسد طالب کو دار الکتب العلمیہ سے ۱۹۳۱ء میں شائع کیا۔ یہ ۵۶ صفحات پر مشتمل ہے اور اس کی نسبت ابن سہاوی کی جانب سے "المخارج فی الحیل: البوریوس کی ان روایات پر مبنی ہے جو امام ابو حنیفہ سے ہے اس کی ابتدا انہوں نے ابو حنیفہ کی تالیف اور البوریوس کی روایت سے کی ہے۔ شاہخت نے اسے شائع کیا ہے۔

یہ کتاب بھی تازہ تازہ محمد بن حسن الشیبانی کے نام سے شائع ہوئی ہے اور دار الکتب المصریہ میں البوریوس کے نام سے موجود ہے۔ امام محمد بن حسن اس کتاب کے باب میں کہتے تھے کہ یہ میری تصنیف نہیں ہے، بلکہ میری تصانیف میں اسے شامل کر دیا گیا ہے۔ ابن ابی حنران کا خیال ہے کہ یہ کتاب اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ کی ہے۔
خری نے کتاب "المبسوط" کے مقدمہ میں کتاب "الحیل" کے متعلق فرمایا ہے کہ اس سلسلہ میں لوگوں کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے کہ یہ امام محمد کی تصنیف ہے

۱۔ تاریخ التراث العربی، ۱۲، ۱، بلوغ الامانی، ۵۵، تاریخ التراث العربی، ۱۶۲۔

۲۔ تاریخ التراث العربی، ۱۶۲، ۱، بلوغ الامانی، ۵۵۔

کہ نہیں؟ البوسنیان جو زحانی فرماتے ہیں کہ اگر کسی کا یہ خیال ہے کہ الحیل امام محمد کی تصنیف ہے تو یہ حقیقت پر مبنی نہیں ہے کیونکہ اسے بغداد کے ناقلین نے جمع کیا ہے۔ اسی کی بنیاد پر جابل لوگ اسے امام محمد سے منسوب کرتے ہیں۔ اگر ہم یہ کہتے ہیں کہ اس ہم کی کتاب ان کی تصانیف میں موجود ہے تو اسے جہاں کو تقویت ملے گی۔ ابو جعفر الکبیر بخاری کا خیال ہے کہ امام محمد کی تصنیف ہے اور یہ انہیں سے روایت کی گئی ہے۔ یہ ہمارے شرعی کی بھی ہے۔ شرعی کا کہنا ہے کہ اگر گناہوں سے بچنے کے لیے حیل کا راستہ اختیار کیا جائے تو یہ چیز جمہور علماء کے یہاں جائز ہے لیکن بعض لوگوں نے اپنے حیل کی وجہ سے اسے ناپسند کیا ہے کیونکہ کتاب و سنت پر ان کی ہمت کو تباہ نظر ہے۔ شرعی نے کتاب کے مقدمہ میں جواز حیل کے مسئلہ پر کتاب و سنت سے متعدد دلائل بیان کئے ہیں اور بتایا کہ وہ حضرات جہتوں میں حرام سے دور رہنا چاہتے ہیں اور محال سے قریب ہونا چاہتے ہیں یہ ایک اچھا عمل ہے۔ لیکن یہ چیز اس وقت تک ناپسندیدہ ہے جب کہ کسی کو اس کے حق سے دستبردار کرنے کے لئے اختیار کیا جائے، اگر یہ نیت ہے تو کہ وہ ہے، لیکن اگر معاملہ کے پیچھے صدق نیت کا فرما ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

ثانی: مخطوطات

(۱) کتاب الصلوٰۃ: یہ مخطوطہ استنبول کی لائبریری میں ۱۸۱۰ء کے تحت فتح جعفری میں ۱۳۲۲ھ پر موجود ہے۔

(۲) کتاب الفتاویٰ: بعض فتاویٰ امام محمد کی جہاں منسوب کئے گئے ہیں اور ان کے معلق یہ کہا جاتا ہے کہ انہیں امام ابو حنیفہ نے تالیف کیا ہے اس کا اصل مخطوطہ فرانس کے شہر پیرس کی لائبریری "المکتبۃ الوطنیہ" میں ۱۸۵۴ء کے تحت موجود ہے۔

(۳۵) المسائل فی العبادۃ والعاملات: اس کتاب کی نسبت امام شیبانی کی جانب غیر یقینی ہے اس کا اصل مخطوط قاہرہ کی لائبریری ”دار الکتب“ میں ۲۰۲۳۱ ب کے تحت موجود ہے۔

(۳۶) المعشر: یہ مشرات شیبانی کے نام سے مشہور ہے، مشرات اسے اس لئے کہا جاتا ہے کہ ہر حرف پورے اشعار میں اور اس کا مطلع اس طرح ہے۔

اللہ تحقیق الذناء ہوا المصود فی حسن العطاء
 اللہ واحد صمد کریم قدیم المجد فی عز البقاء
 اور پورے اشعار پورے ہونے کے بعد حرف ب کی باری آتی ہے وہ فرماتے ہیں
 بلا کلہا والکشف فیہا وإن جلالہا المعج الحباب
 اسی طرح ہر حرف کے پورے اشعار موجود ہیں حرف ”ی“ کے دو آخری شعر لفظ
 ہوں:

یومید سعادتہ فی دار عدن ولعیرہ لدألفیہ وأی
 ینال الفوز من بانی مطیعتا اذا ما الوعد والنیران جاسی
 اس کا اصل مخطوط استنبول کی لائبریری ”جامعہ“ میں ۱۳۷۰ کے تحت موجود ہے
 لیکن اس کتاب کی نسبت آپ کی جانب مناسب نہیں ہے کیونکہ قدیم و جدید
 سیرت نگاروں میں سے کسی نے اس کا ذکر نہیں کیا ہے اور نہ ہی کوئی شعر نقل کیا ہے
 لیکن ایک نسبت یہ ضرور ہے کہ بچپن میں انھوں نے عربی زبان و ادب اور شعر کی تعلیم
 حاصل کی۔ شاید اسی چیز نے انھیں شعر کہنے کا اہل بنا دیا ہو، گو کہ ان کے اندر شعر گوئی
 کی صلاحیت کم تھی اور ایک شاعر کی حیثیت سے علماء کے مابین مشہور نہیں تھے بلکہ

۱۔ تاج التراث العربی ۱/ ۶۷ ۲۔ ایک شخص اطلاع کے مطابق یہ مخطوط ”جامعہ“
 میں موجود ہے۔ آیات کی مختلف جگہوں میں اور ان اشعار میں ارشادات و نصائح اور
 ترمیمات و ترمیمات سے بھرتا ہے۔

ان کی اصل شناخت ایک فقیر کے روئے تھی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ثالث: کتب مفقودہ

بہت سی ایسی کتابیں ہیں جن کے متعلق سیرت نگاروں کا خیال ہے کہ یہ امام محمد بن حسن کی ہیں لیکن فواد سرگین کے مطابق ان کے اصل خطوط کا پتہ نہیں ہے۔
تلاظر ہوں۔

۱۔ الجرحانیاۃ: اس کی روایت علی بن صالح الجرجانی نے امام محمد سے کی ہے۔
۲۔ الرقیات: یہ وہ مسائل ہیں جن کی جزییات محمد بن حسنؒ نے اس وقت بیان کی تھی جس وقت وہ "الرقۃ" میں تقاضی تھے۔ ان کی روایت محمد بن سماعہ نے امام سے کی جو امام کے ساتھ "الرقۃ" میں ایک طویل عرصہ تک رہے۔

۳۔ الفکیساتیۃ: اس کی روایت امام سے شعیب بن سلیمان الکیسانی نے کی ہے اور طحاوی نے سلیمان بن شعیب سے، انھوں نے اپنے والد سے اور والد نے امام سے جزامالی اسی کا ایک جزا ہے۔

۴۔ النوادر: اس کی ایک روایت ابویہم بن رستم سے ایک بن سماعہ سے اور ایک روایت ہشام ابن عبید اللہ رازی سے ہے، یہ مسائل مذہب میں نوادر کی حیثیت رکھتے ہیں۔

۵۔ الہارونیتۃ: اس کے متعلق کوئی اشارہ نہیں ملتا۔
فواد سرگین نے اپنی کتاب میں شرحی کی کتاب "الاصول" کے حوالے سے ایک فقہی کتب کے مجموعہ کا ذکر کیا ہے جو اشارہ کتب پر مبنی ہے، ممکن ہے کہ یہ اصول شری

۱۔ بلوغ الامانی ص ۶۵ ۲۔ ایضاً ص ۶۳۔

۳۔ ایضاً: ۶۳ ۴۔ ایضاً: ۶۵

۵۔ ایضاً: ۶۵ ۶۔ جامع الترات العربی ۱/۲۔

نے کتاب الاصل (المبسوط) سے نقل کیا ہو، ایک قول یہ ہے کہ امام محمد نے ہر (لو اب
فقہ کے لئے ایک مستقل کتاب تصنیف کی اور آخر میں انھیں ایک کتاب کی صورت
میں جمع کر دیا۔ جس کا نام؟ الاصل (المبسوط) ہے اور اس کا ذکر کتاب المبسوط کی
اس فصل میں آچکا ہے۔

امام محمد کی تالیفات کے استقصاء کے لئے ہم ان کی ان کتب کا بھی حروف
تہجی کے اعتبار سے ذکر کریں گے جن کا کہ فواد سنن میں ذکر کیا ہے۔ مثلاً کتاب
ادب القاضی، کتاب الاستحسان، الاقرار، الاکراه، الیومع، التحری، الحدود،
الدعاء، السرقة، الشرب، الشرک، کتاب الشہادۃ، الصوم، الطلاق، العاریہ، المضاربہ
اور الوصایا ۱۱۰

اس کے باوجود بھی یہ کہنے کا حق نہیں کہ اس عظیم الشوری تمام کتب کا
میں نے ملاحظہ کر لیا ہے لیکن مسلمات کی حد تک میں نے کسی کو تاری کا ثبوت نہیں
دیا ہے۔

چوتھا باب

”الجامع الصغير“ ایک مطالعہ

۱۔ صحت کتاب

۲۔ صحت عنوان

۳۔ سبب تالیف

۴۔ مصادر کتاب

۵۔ کتاب کا علمی مقام

۶۔ الجامع الصغير کا اسلوب

الجامع الصغير - ایک مطالعہ

صحیح کتاب کی نسبت

وہ تمام کتابیں جو حدیث ذرہ برابر بھی امام کی تخریج کا ذکر ہے ان میں کتاب الجامع الصغير کا ذکر ملتا ہے۔ اسی طرح دنیا کی جتنی لائبریری میں الجامع الصغير کے خطوط موجود ہیں ان کے ساتھ امام کا نام بھی چھاپا ہے۔ یا جتنے ایڈیشن اس کے اب تک اچکے ہیں وہ امام کے نام سے منسوب ہیں چاہے یہ ہندوستان میں خالی ہوئے ہوں یا شام و مصر میں۔ تمام تر ایڈیشن ایئر کسی شک و شبہ کے آپ سے منسوب ہیں۔ یہ ظاہر الہامیہ کے موضوع پر ہے۔

صحیح عنوان

یہ چیز تمام خطوط اور مطبوعات پر وارد ہوتی ہے کہ کیا اپنے مضامین کے لحاظ سے یہ عنوان درست ہے۔ اسی طرح یہاں بھی دیکھا جائے گا کہ کیا یہ عنوان موضوع کے مناسبت سے صحیح ہے، تمام شارحین کے نزدیک ہی عنوان متن کے ساتھ ہے۔ کسی کے یہاں اس سلسلے میں اختلاف نہیں پایا جاتا

۲۔ سبب تالیف

شمس المائر ابو بکر محمد محسنی اپنی شریعت میں رقم طراز ہیں کہ الجامع الصغير مقرب تالیف یہ ہے کہ وہ جب اپنی تمام کتب کی تالیف سے فارغ ہوئے تو امام ابو یوسف نے ان سے مطالبہ کیا کہ وہ ایک ایسی کتاب ترتیب دیں کہ جس میں ان سے روایت کردہ وہ احادیث جو امام اعظم سے مروی ہیں اپنے حافظ کی بنیاد پر جمع کر دیں چنانچہ جمع کرنے کے بعد اسے امام ابو یوسف کے حضور میں پیش کیا تو دیکھنے کے بعد انہوں نے کہا کہ اس قلد

اچھا سا فظ ہے۔ لیکن تین مسائل میں غلطی نظر آتی ہے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ نہیں یہ میری غلطی نہیں ہے بلکہ آپ روایت کو بھول گئے ہیں۔^{۱۵۰}

۴۔ مصادر کتاب

”الجامع الصغیر“ میں امام محمدؒ نے امام ابو یوسفؒ سے اپنی روایات کو پہلا مصدر قرار دیا ہے، یہ ان مجموعہ معلومات پر مشتمل ہے جس کی روایت انھوں نے امام ابو یوسفؒ سے کی تھی اس لئے ہر باب کا آغاز درج ذیل عبارت ”محمد بن یعقوب بن ابی حنیفہ سے ہوتا ہے فی المناقب لابن السیرازی“ میں مذکور ہے کہ ”محمد سے کہا گیا کہ کیا ”الجامع الکبیر“ کو آپ نے ابو یوسفؒ سے سماعت کی ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ بخدا میں نے اس کی سماعت ان سے نہیں کی ہے، وہ لوگوں کے مقابلے میں اس سے کہیں زیادہ باخبر تھے۔ یہی ”الجامع الصغیر“ تو میں نے اس کی سماعت ان سے کی ہے۔“^{۱۵۱}

۵۔ کتاب علمی مقام

علی القی نے ذکر کیا ہے کہ ابو یوسفؒ اپنی تمام ترجالات شان کے باوجود ”الجامع الصغیر“ کی اہمیت کا اعتراف کرتے تھے۔ احمد بن علی الرازی نے اس کتاب کی عظمت کا اعتراف ان لفظوں میں کیا کہ جس نے اس کتاب کو بھل لیا وہ گویا ہمارے اصحاب میں زیادہ بھلا رہے اور جس نے اسے حفظ کر لیا وہ ہمارے اصحاب میں سب سے بڑا حافظ ہے، ہمارے قدیم شیوخ کا طریقہ یہ تھا کہ وہ کسی کو منصب قضا پر نہیں بٹھاتے تھے جب تک کہ اس کا پورے طریقے سے امتحان نہ لے لیں لیکن اگر وہ ”الجامع الصغیر“ کا سا فظ ہے تو اسے بغیر کسی امتحان کے منصب قضا پر بٹھا دیتے تھے اور اگر وہ حافظ نہیں ہے تو اسے اس کتاب کا حفظ کرنے کا حکم دیتے تھے۔ اسی لئے

۱۵۰۔ محمد بن زین العکبر ص ۳۲۔ ۱۵۱۔ المناقب لابن السیرازی المکرم ص ۱۵۰/۲۔

۱۵۲۔ المناقب، ابن البرزازی المکرم ص ۱۵۰/۱۔

علماء کرام کے نزدیک اس کی بہت اہمیت ہے اور قابلِ قدر علما نے اس کی شرحیں لکھی ہیں۔

۲۰ الجامع الصغیر کا اسلوب

یہ کتاب پانچ لاکھ تیس مسائل پر مشتمل ہے اور اس کے چالیس ابواب ہیں اور ہر باب کے مسائل میں اضافہ اور کمی ہوتی رہی ہے۔ ہر باب کی ابتدا محمد بن یعقوب بن ابی حنیفہ سے ہوتی ہے اس میں فقہی عظیمیں بیان نہیں کی گئی ہیں اور کتاب وسنت نیز اجماع و قیاس کی بنیاد پر دلائل نہیں دیئے گئے ہیں۔ ایک ستر مسائل میں ائمہ کے اختلاف کا ذکر کیا گیا ہے بجز دو مسئلوں کے کہیں قیاس اور استحسان کا ذکر نہیں ملتا۔ شیخ الحدادی فرماتے ہیں کہ اس کتاب کے بیشتر مسائل بڑی تفصیل سے ذکر کئے گئے ہیں اور کتاب کے مسائل میں حصوں میں تقسیم کئے گئے ہیں۔

پہلی قسم روایات پر مبنی ہے۔ دوسری قسم کے مسائل کتابوں میں موجود ہیں، لیکن یہ پندرہ نہیں چلتا کہ یہ جواب ابو حنیفہ کا ہے یا کسی اور کا۔ لیکن یہ واضح ہے کہ ہر فصل کا جواب ابو حنیفہ کے قول پر مبنی ہے۔ تیسری قسم یہ ہے کہ مسائل کا اعادہ ان لفظوں سے نہیں کیا گیا ہے جو عمر بن قحطی کتابوں میں موجود ہیں۔

اس کتاب کی روایت امام محمد عیسیٰ ابن ابان اور محمد بن سماعی ہے، کتاب کی تمام معلومات کو امام محمد بن حسن نے جمع کیا ہے لیکن ترتیب و ترویج کا کام انھوں نے خود انجام نہیں دیا ہے کتاب کے مقدمہ میں مذکور ہے کہ محمد بن حسن نے فقہ کے موضوع پر الجامع الصغیر کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی اور اس میں چالیس فقہی کتابوں کو جمع کیا لیکن کسی کتاب کی ترویج کا فریضہ خود انجام نہیں دیا۔ جس طرح کہ انھوں نے بذاتِ نفس کتاب المبسوط کی ترویج کی تھی۔ الجامع الصغیر کی ترویج اور ترتیب فقہ ابو الطاہر الدہستانی انجام دی۔ تاکہ طلبہ اسے حفظ کرنے

میں سہولت ہو۔ الحسن بن احمد الزعفرانی کی سیرت بعنوان "الغواش والہبھیة فی
توابعہ المصنفیة" میں مذکور ہے کہ وہ قابل اعتبار امام تھے۔ انہوں نے محمد
بن حسن کی الجامع الصغیر کو نہایت سلیقے سے ترتیب دیا۔ بالخصوص ابو یوسف
سے مذکور روایات ابواب کے تحت مذکور نہیں تھیں، انہیں ابواب کے مطابق
ترتیب دیا۔